سیرتِ نبویہ ﷺ

قرآن مجید کے آئینہ میں

مولانا محمد اسجد قاسمی ندوی

Toobaa-elibrary.blogspot.com

النبراس

toobaa-elibrary.blogspot.com

سیرتِ نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم

قرآن مجید کے آئینہ میں

از: مولانا محمد اسجد

قاسمی ندوی

پیشکش: طوبیٰ ریسرچ لائبریری

toobaa-elibrary.blogspot.com

جملہ حقوق بحق ناشر و مرتب محفوظ ہیں

E-mail : Idaratulanwar@yahoo.com

باہتمام ـــــ محمد احمد پراچہ
رضوان پراچہ

اسٹاکسٹ

ادارۃ الانور

Haaji Tofeeq Manzil, 1st Floor,
Opp. Jamiat-ul-Uloom-ul-Islamia
Allami Binori Town Karachi.
Ph : 021-4919673 Mob : 0300-2573575

عرض ناشر

"سیرت نبویہ قرآن مجید کے آئینہ میں" یہ کتاب اپنی مثال آپ ہے اس کتاب کو جس طرح مؤلف مولانا محمد اسجد قاسمی ندوی دامت برکاتہم نے ترتیب دیا ہے یہ ہمارے لئے بڑی مسرت وسعادت کی بات ہے کہ آپ نے اس اہم اور مبارک موضوع پر قلم اٹھایا اور ہم جناب مؤلف کے مشکور ہیں کہ انھوں نے پاکستان میں اس کی اشاعت کیلئے ہمیں منتخب فرمایا ہمارے لئے یہ انتہائی سعادت کی بات ہے کہ ہم اس کی اشاعت کا اہتمام کر رہے ہیں اللہ ہماری اس کاوش کو قبول فرمائے۔ آمین!

محمد احمد پراچہ
رضوان احمد پراچہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

مشمولات

پیش لفظ ۶
حرفِ چند ۸
ہمہ قرآن در شانِ محمد ۹
واقعۂ اصحابِ فیل ۱۱
قبل از نبوت آپؐ کا قلق واضطراب ۱۳
قبل از نبوت عادات وخصائل ۱۴
آپؐ کے وجود کے لئے حضرت ابراہیم کی دعا اور حضرت عیسیٰ کی خوشخبری ۱۵
کتب سماویہ خصوصاً انجیل میں آپؐ کے اوصاف کا ذکر ۱۶
نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم ۱۷
یتیم عبداللہ ۱۸
آغازِ وحی ۱۹
کپڑوں میں لپٹنے والے ۱۹
نزولِ وحی کے ساتھ آپ کا الفاظ وحی کو دہراتا ۲۱
کیا باشندگان مکہ مجھے مکہ سے نکال دیں گے؟ ۲۲
علانیہ دعوتِ حق ۲۴
فترتِ وحی ۲۵
آپؐ کے بارے میں مشرکین کے خیالات ۲۶
آپؐ سے قریش کے بیہودہ مطالبات ۳۲
عبداللہ بن ابی امیہ بن مغیرہ کی بے ہودہ گوئی ۳۵
طعنہ اور عیب دینے والے گمراہ ۳۶
اللہ کو برا بھلا کہنا ۳۶
قرآن کسی بڑے آدمی پر نازل کیوں نہ ہوا؟ ۳۹
ابی بن خلف اور عقبہ بن ابی معیط ۴۰
دشمنِ خدا ابوجہل ۴۲

toobaa-elibrary.blogspot.com

ابولہب	۴۳
لکڑیاں لادنے والی بد بخت	۴۴
مجرم وکافر کی غذا	۴۵
مجھے مال ودولت اور عوض وبدل کی آرزو نہیں ہے	۴۶
طبقاتی کبر ونخوت پر ضربِ کاری	۴۷
میں تمہارے معبودوں کا پرستار نہیں	۴۹
قرآن کی زبان فصیح عربی ہے	۵۰
دشمن رسول بے نام ونشان ہے	۵۱
رسول کا انسان ہونا ہی موزوں ہے	۵۲
مذاق اڑایا جانا	۵۳
تمام معبودوں کو چھوڑ کر ایک معبود کی بندگی	۵۳
واقعۂ معراج	۵۴
جنوں کا سماعِ قرآن اور قبولِ اسلام	۵۵
رسول اللہ کے قتل کی ناپاک سازش	۵۷
غارِ ثور کا واقعہ	۵۷
منافقوں اور یہودیوں کی رسول دشمنی	۵۸
مدینہ میں منافقوں کا وجود	۵۹
یہودیوں کا انکارِ رسالت	۶۲
معاندانہ مطالبات وسوالات	۶۲
حضرت جبریل سے عداوت	۶۳
براہ راست اللہ سے ہم کلامی کا بے ہودہ مطالبہ	۶۴
یہودیت وعیسائیت کی دعوت	۶۵
تحویل قبلہ	۶۵
حضرت ابراہیم علیہ السلام مسلم تھے	۶۷
اجازتِ جہاد	۶۸
یہودِ بنو قینقاع کی ہٹ دھرمی	۶۹
صبحِ ایمان شامِ کفر	۷۱
اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کی سازش	۷۱

یہود کا بغض	۷۳
رسول اللہ کو قتل کرنے کی یہودی سازش	۷۴
بنو النضیر کا انجامِ بد	۷۵
حضور اکرم کو تسلی	۷۵
آپ کو شریعتِ اسلامی کے مطابق فیصلہ کرنے کی تاکید	۷۶
قیامت کب آئے گی؟	۷۶
یہود کا باطل عقیدہ	۷۷
قرآن کا اعجاز	۷۷
آسمانی کتاب کا انکار	۷۹
غزواتِ رسول :- غزوۂ بدر الکبریٰ	۸۰
قدرتِ خداوندی ہی اصل ہے	۸۱
فتح کی خوشخبری اور فرشتوں کی نصرت	۸۲
اسیرانِ بدر کا معاملہ	۸۳
غزوۂ بدر کا مالِ غنیمت	۸۵
غزوۂ احد :- صف بندی وترتیب	۸۷
منافقین کی غداری	۸۸
غزوۂ احد کی عارضی شکست	۸۹
صبر وتحمل کی تلقین	۹۱
غزوۂ ذات الرقاع اور نمازِ خوف	۹۱
غزوۂ خندق :- یہودیوں کی پالیسی	۹۴
منافقین کی عیاری	۹۵
صورتحال کی سنگینی	۹۶
اہل ایمان کی فتح	۹۷
غزوۂ بنو قریظہ	۹۷
واقعۂ افک	۹۸
صلحِ حدیبیہ	۹۹
غزوۂ خیبر	۱۰۳

toobaa-elibrary.blogspot.com

مہاجر عورتوں کے بارے میں حکم	۱۰۳
رسول اللہ کا ایک راز	۱۰۶
فتح مکہ	۱۰۷
غزوۂ حنین	۱۰۸
غزوۂ تبوک	۱۰۹
حجۃ الوداع اور تکمیل دین	۱۱۳
وفاتِ نبوی	۱۱۴
سیرت کے چند مزید پہلو:-جادو کے اثرات	۱۱۵
بعض خدائی تنبیہات	۱۱۶
رسول اللہ کو پکارنے کا ادب	۱۲۰
مالِ فئی و غنیمت	۱۲۰
ازواج مطہرات	۱۲۱
نبی کے گھر کا ادب	۱۲۲
رسول اللہ پر صلاۃ وسلام	۱۲۳
رسول اللہ کی بشریت	۱۲۳
حضور کا سراپا قرآن کی روشنی میں	۱۲۴
رسول اللہ کی عبدیت	۱۲۶
رسول اللہ کی بے اختیاری اور آپ کی غیب دانی کی نفی	۱۲۷
رسول اللہ پر اللہ کی نعمتیں	۱۲۷
دعوت دین کے لئے دل سوزی	۱۳۱
صبر واستقامت کی خدائی تعلیم	۱۳۳
خاتم الانبیاء	۱۳۵
رحمتِ عالم	۱۳۶
بعثتِ رسول کے مقاصد وفرائض	۱۳۷
اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم	۱۳۸
اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم	۱۳۹
مراجع ومصادر	۱۴۲

☆☆☆

پیش لفظ

جناب مولانا ڈاکٹر شمس تبریز خاں صاحب استاذ شعبۂ عربی لکھنؤ، یونیورسٹی

الحمد لله وحده، والصلاة والسلام على من لا نبي بعدهٗ.

کتاب وسنت یا قرآن وحدیث کا باہمی تعلق ایک مسلمہ حقیقت ہے اس لیے علماء امت نے ایک کو متن اور دوسرے کو اس کی شرح وتوضیح، ایک کو اجمال اور دوسرے کو تفصیل قرار دیا ہے، جن کو کسی طرح سے ایک دوسرے سے جدا کر کے نہ سمجھا جاسکتا ہے نہ ان پر عمل کیا جاسکتا ہے، اس لیے ان کج فہموں اور کند ذہنوں یا لال بجھکڑوں کی عقل ودانش پر حیرت ہوتی ہے جو کبھی حسبنا کتاب اللہ کا نعرہ لگاتے اور اپنے کو "اہل قرآن" کہتے ہیں اور کبھی "منکرِ حدیث" اسی طرح ان مفسرین کا رویہ حیرت انگیز اور تعجب خیز ہے جو تدبر قرآن اور قرآن فہمی کے لیے قرآن اور جاہلی ادب کو کافی سمجھتے ہیں اور احادیث نبویہ اور آثار صحابہ وتابعین سے بے اعتنائی برتتے ہیں اور انھیں خاطر خواہ اہمیت نہیں دیتے۔

جمہور علمائے امت نے قرآن وحدیث کو ہمیشہ مشلہ معہ کی روشنی میں دیکھا ہے اور قرآن کو حدیث کی رہنمائی میں سمجھا اور اس پر عمل کیا ہے اسی لیے تفسیر بالماثور کا پورا تفسیری دبستاں وجود میں آچکا ہے، اس کے علاوہ اہم اور مستند سیرت نگاروں نے سیرت نبویہ (على صاحبها الف الف تحية) کے لیے بنیادی ماخذ قرآن مجید ہی کو قرار دیا ہے اور سیرت کو قرآن کی نزولی ترتیب اور شان نزول کے آئینے میں دیکھا ہے۔ اور بعض علماء نے پورے قرآن کو نعت ومدح نبوی قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ ع ہمہ قرآن در شان محمدؐ۔ اس سب کے ساتھ یہ حقیقت ہے کہ سیرت نبویہ کے مراحل ومنازل، اور حالات وواقعات کے ساتھ ساتھ اور منزل بہ منزل قرآن مجید بھی نازل ہوتا رہا اور صاحبِ

سیرت اور امت کی رہنمائی کرتا رہا، سیرت کے ذخیرے میں اس طرح کی کچھ کتابیں ملتی ہیں لیکن ماضیٔ قریب میں امام اہل سنت حضرت مولانا عبد الشکور لکھنویؒ اور حضرت مولانا عبد الماجد دریابادیؒ نے قرآنی سیرت نبویہ پر بہت اچھا کام کیا ہے۔

ہمارے لیے یہ بڑی مسرت اور سعادت کی بات ہے کہ عزیز محترم اور نوجوان عالم اور اہل قلم "مولانا محمد اسجد قاسمی، ندوی سلمہ اللہ تعالیٰ" نے اس اہم اور مبارک موضوع پر قلم اٹھایا اور بڑی حد تک سیرت نبویہ سے متعلقہ آیات شریفہ کا استیعاب واحاطہ کرنے کی سعیٔ مشکور کی، ہوسکتا ہے کہ سیرت نبویہ سے متعلق کچھ آیات کریمہ چھوٹ گئی ہوں لیکن سیرتِ مطہرہ پر جتنی بھی قرآنی روشنی کا انعکاس ہو رہا ہے اس سے بھی سیرت اور صاحب سیرت، قرآن اور ترجمان قرآن صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے اور سمجھنے میں بہت مدد ملتی ہے اور مشکاۃِ نبوت کو یہ انوار ربانی وقرآنی عجیب وغریب تب وتاب اور روشنی ودرخشندگی عطا کررہے ہیں، جسے دیکھ کر آدمی حیرت سے کہہ اٹھتا ہے کہ ؎

صورت تری تصویر کمالات بناکر ☆ دانستہ مصور نے قلم توڑ دیا ہے

اور یہ بھی کہ ؎

رخ مصطفیٰ ہے وہ آئینہ کہ اب اور دوسرا آئینہ ☆ نہ ہماری بزم خیال میں نہ دکانِ آئنہ ساز میں

ہمیں امید ہے کہ اس اہم اور متبرک موضوع پر یہ کتاب عوام وخواص سب کے لیے سیرت نبویہ کو قرآن کی روشنی میں دیکھنے، سمجھنے اور اس کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کا ذوق وشوق اور جذبہ وولولہ پیدا کرنے کی محرک ثابت ہوگی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ مصنف سلمہ اللہ کی اس علمی ودینی خدمت کو قبول فرمائے اور انہیں دین وملت کے لیے مفید علمی ودینی کاموں کی مزید توفیق عطا کرے۔

شمس تبریز خاں

۸ر صفر المظفر ۱۴۲۳ھ

۲۲ر اپریل ۲۰۰۲ء

حرفے چند

الحمد للّٰہ الذی بعثہٗ لم یزل، ولا یزال حیا قدیرا، والصلاۃ والسلام علیٰ الرسول الذی بعث اللّٰہ بشیراً ونذیراً.

زیر نظر کتاب قرآن حکیم کی روشنی میں سیرت نبویہ علی صاحبہا الف الف تحیۃ وسلام کے مطالعہ کی ایک معمولی کوشش وکاوش ہے، اس موضوع پر لکھنے کا داعیہ حضرت مولانا مجیب اللہ صاحب ندوی دامت برکاتہم مدیر ماہنامہ الرشاد اعظم گڑھ کے اس دعوت نامہ سے پیدا ہوا تھا جو قرآن سیمینار سے متعلق تھا اور جو غالباً حالات کی ابتری کی وجہ سے اب تک نہیں ہوسکا ہے۔

میں نے اس سیمینار کے لئے اس موضوع پر مختصر مقالہ کی نیت سے لکھنا شروع کیا تھا، مگر قرآن کریم کا مطالعہ جب اس موضوع کی روشنی میں شروع کیا تو مضمون کا دائرہ وسیع ہوتا گیا، اور "لذیذ بود حکایت دراز تر نوشتم"(۱)

اس کتاب میں حتی الامکان سیرت سے متعلق آیات قرآنی کے احاطہ، اور تاریخی ترتیب کی رعایت کی کوشش کی گئی ہے، تاہم مکمل احاطہ کا دعویٰ کسی بھی طرح نہیں کیا جاسکتا۔

قرآن کریم اور سیرت نبویہ دونوں وہ بحر ذخار ہیں جن کی فیض رسانی زمانہ رسالت سے جاری ہے اور صبحِ قیامت تک جاری رہے گی، یہ وہ روشنیاں ہیں جو ہر گم گشتۂ راہ ومنزل کو رسم وراہ منزل دکھاتی اور بتاتی رہی ہیں اور رہیں گی، اور اِن دونوں کے تعلق سے ہزاروں لکھنے والوں نے لکھا ہے اور لکھیں گے، مگر جو کچھ لکھا گیا ہے اور جو لکھا جائے گا وہ ان کے حقوق کی ادائیگی کے لئے بے حد کم ہے۔

یہ کتاب بھی ایک حقیر کاوش ہے، نذرانۂ عقیدت ہے، مطالعۂ قرآن وسیرت کی ایک نئی کوشش ہے، خداوند قدوس اس کو قبول عام سے نوازے، لکھنے والے کو اخلاص وعمل کی دولتِ گرانمایہ عطا فرمائے، اسے امت کے لئے نافع بنائے اور غلطیوں سے درگذر فرمائے، آمین یارب العالمین۔

محمد اسجد قاسمی، ندوی

۱۳ر جمادی الاولیٰ ۱۴۲۳ھ

۱؎ "گفتم" کی جگہ "نوشتم" کردیا گیا ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

سیرت نبویہ قرآن مجید کے آئینے میں

ہمہ قرآن درشان محمد

قرآن کریم کا اگر بنظرِ غائر تفصیلی مطالعہ کیا جائے تو اس میں سیرتِ نبوی کے متعدد واقعات اور حالات کا صراحۃً یا اشارۃً ذکر ملتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے غزوات، اہم ترین واقعات اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہم ترین خصوصیات وکمالات اور امتیازات کا تذکرہ قرآن کریم میں جابجا بکھرا ہوا نظر آتا ہے، اس لحاظ سے قرآن کے آئینہ میں سیرت نبوی کے امتیازی اور انفرادی گوشے خوب کھل کر سامنے آتے ہیں، بلکہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آپؐ اور قرآن کریم دونوں لازم ملزوم تھے، خود حضرت عائشہؓ نے آپؐ کے بارے میں ارشاد فرمایا "کان خلقه القرآن" آپؐ کے اخلاق بالکل قرآن کا پرتو تھے۔

کتب سیرت وتاریخ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ کے واقعات وتفصیلات کا ذکر عام طور پر تاریخی اور سوانحی حیثیت سے ہوتا ہے، لیکن وہی واقعات قرآن میں بیان ہوتے ہیں تو ان میں دعوتی فکر ہوتی ہے، قرآن چونکہ تاریخ وسیرت کی کتاب نہیں بلکہ اصلاً وہ کتابِ دعوت وتذکیر ہے اسی لئے اس کی ہر آیت سے یہ فکر نمایاں طور پر چھلکتی اور جھلکتی ہے، قرآن واقعات کو ایسے اسلوب اور پیرایہ بیان میں پیش کرتا ہے کہ اس کا فائدہ رہتی دنیا تک عام ہو جاتا ہے اور اس سے ایسے نتائج اخذ کرتا ہے اور اس کی روشنی میں ان

حقائق کی طرف متوجہ کرتا ہے جو ہر دور میں مفید اور چشم کشا ثابت ہوتے ہیں۔

اس کی ایک واضح مثال واقعۂ افک ہے جس کا ذکر سورۃ النور کے دوسرے رکوع میں کیا گیا ہے، یہ واقعہ حضرت عائشہؓ پر بعض منافقین کی طرف سے تہمتِ زنا سے متعلق ہے، قرآن نے اس کا تذکرہ صرف واقعاتی اور تاریخی حیثیت سے نہیں کیا ہے بلکہ اس کا بیان ایسے اسلوب میں آیا ہے جس سے مسلمان کی آبرو کا تحفظ، معاشرہ میں فواحش پھیلانے والوں اور فساد انگیزیاں کرنے والوں کا سدباب، پاک دامن، پاکباز خواتین پر تہمت لگانے والوں اور مسلمانوں کی عزت وآبرو کے ساتھ کھلواڑ کرنے والوں کو تنبیہ، چار عادل گواہوں کے بغیر تہمتِ زنا کا عدم ثبوت اور نہ جانے کتنے مسائل اور اصول معلوم ہوتے ہیں جو ہمیشہ مفید اور رہنما رہیں گے، جب کہ کتبِ سیرت میں ان پہلوؤں پر توجہ کے بجائے ساری توجہ صرف اس واقعہ کو تاریخی حیثیت سے بیان کرنے پر صرف کی گئی ہے۔

قرآن کریم کا اسلوب ایجاز واعجاز دونوں کو مکمل طریقہ سے جامع ہے، یہی وجہ ہے کہ قرآن واقعاتِ سیرت کے انھیں اجزاء کو بیان کرتا ہے جو ضروری ہوتے ہیں اور جن میں عبرت وموعظت کا درس ہوتا ہے، جب کہ کتبِ سیرت میں ان واقعات کی پوری تفصیلات اور تمام اجزاء کا بیان ہوتا ہے، مثال کے طور پر اسراء ومعراج کے واقعہ کا ذکر قرآن میں بیحد مختصر انداز میں اشارۃً فرمایا گیا ہے، ہاں اس کی بقیہ تفصیلات کتب احادیث وسیرت میں موجود ہیں۔

جب کہ کچھ ایسے واقعاتِ سیرت بھی ہیں جن کا قرآن میں بالاستیعاب تذکرہ ہے اور اس کے نتائج واحکام سے خاطر خواہ بحث کی گئی ہے، مثال کے طور پر حضرت زید بن حارثہ کو متبنیٰ بنائے جانے پھر حضرت زینب بنت جحش سے ان کے نکاح پھر تفریق

toobaa-elibrary.blogspot.com

اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ان سے نکاح کے واقعات کی تفصیلات واجزاء قرآن میں موجود ہیں۔

پھر ایک نمایاں فرق اندازِ بیان کا ہے، قرآن قصصی ادب کا بھی اعلیٰ شاہکار ہے، واقعاتِ سیرت کے ذکر میں جو جوشِ بیان، سلاست، برجستگی، لطافت، نفسیات کی رعایت، شکوہ اور فصاحت قرآن کی آیات میں ملتی ہے اس کی نظیر نہیں پیش کی جا سکتی ہے، قرآن اپنے قارئین کے حواس پر چھا جاتا ہے اور یہی اس کا اعجاز وکمال ہے، ظاہر ہے کہ یہ امتیاز کسی اور کتاب کو کیسے مل سکتا ہے، ورنہ خالق کی کتاب اور مخلوق کی کتاب میں فرق ہی کیا رہ جائے گا؟

غزوۂ خندق میں کفار کے اچانک حملہ آور ہونے اور بعد کے واقعات کا ذکر قرآن نے سورۂ احزاب میں جس طرح کیا ہے اس سے بہتر الفاظ واسلوب میں اس کی تصویر کشی ناممکن ہے، علماء کے بقول غزوۂ خندق سے متعلق یہ آیات اعجاز قرآنی کا اعلیٰ ترین اور اکمل ترین نمونہ وشاہکار ہیں۔

کتبِ سیرت میں واقعات وحادثات کا تفصیلی بیان تو ملتا ہے مگر قرآنی بیان کا امتیاز یہ ہوتا ہے کہ وہ ظاہر سے ماورا ہو کر گفتگو کرتا ہے، اس میں افراد واشخاص کے اندرون اور باطن کی تصویر کشی بھی ہوتی ہے، منافقین کے واقعات میں ایسا جا بجا دیکھنے میں آتا ہے، قرآن چونکہ کتابِ الٰہی ہے، اس لئے اس کا ہر ہر حرف اور بیان بلا چون وچرا راست ہے، اور تمام کتب سیرت کے لئے قرآن ہی قابل وثوق مرجع اور ماخذ ہے، ذیل میں ہم قدرے تفصیل اور ترتیب سے آیاتِ قرآنیہ کے آئینہ میں سیرت نبوی کا جائزہ لینے کی کوشش کریں گے۔

(۱) واقعہ اصحابِ فیل

واقعۂ اصحاب فیل اور ابرہہ کے لشکر کی بدترین ہزیمت سے یہ بات روزِ روشن کی

طرح عیاں ہوگئی کہ کعبۃ اللہ روئے زمین کا سب سے افضل مقام ہے جس کی حفاظت ربّ کعبہ کی طرف سے ہوتی ہے، اس موقعہ پر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جدِّ محترم سردارِ قریش عبدالمطلب کا یہ واقعہ بھی کتب سیرت میں نقل کیا جاتا ہے کہ ابرہہ کے لشکر نے مکۃ المکرمہ سے باہر چرنے والے سیکڑوں اونٹوں پر قبضہ کرلیا، ان میں دو سو اونٹ عبد المطلب کے بھی تھے، وہ ابرہہ کے پاس پہونچے، ابرہہ نے انھیں قریب بلایا اور بٹھایا اور آنے کا سبب دریافت کیا، عبدالمطلب نے اپنے دو سو اونٹوں کی واپسی کا مطالبہ کیا، ابرہہ نے عبدالمطلب کو ملامت کرتے ہوئے کہا: تمہارا کعبہ خطرہ میں ہے، تم اس کے بچاؤ کی کوشش کے بجائے اپنے اونٹ بچانا چاہتے ہو، عبدالمطلب نے کمالِ شانِ استغناء سے جواب دیا، "أما الإبل فهي لي وأما البيت فله رب سيمنعه" اونٹ میرے ہیں، بیت اللہ اللہ کا ہے، وہ اس کی حفاظت کے لئے کافی ہے، اس کے بعد ابرہہ نے بیت اللہ پر حملہ کرنا چاہا مگر ابابیل پرندوں نے چھوٹی چھوٹی کنکریوں سے پورا لشکر تہس نہس کر ڈالا، یہ واقعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے سال پیش آیا۔

اس واقعہ کو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تو نہیں قرار دیا جا سکتا کیونکہ معجزہ نبی کے دعوائے نبوت کی تصدیق کے لئے ہوتا ہے، تاہم اسے اصطلاحِ محدثین کے مطابق ''ارہاص'' کہا جاتا ہے جس کے معنیٰ تمہید کے ہوتے ہیں، دعوائے نبوت یا ولادتِ نبی سے قبل جو بعض واقعات اور نشانیاں منجانب اللہ خرقِ عادت کے طور پر ظاہر ہوتی ہیں وہ ارہاص کہلاتی ہیں، یہ نبوت کے اثبات واحقاق کی تمہید ہوتی ہیں، اصحابِ فیل کو عذاب سماوی کے ذریعہ بیت اللہ پر حملہ سے روک دینا بھی ارہاص ہے۔

قرآن کریم میں پوری سورت اس واقعہ کے تذکرہ میں نازل ہوئی ہے، سورۂ فیل اس کا نام بھی ہے "ألم تر كيف فعل ربك بأصحاب الفيل، ألم يجعل كيدهم فى تضليل وأرسل عليهم طيراً أبابيل ترميهم بحجارة من

toobaa-elibrary.blogspot.com

سجّیل فجعلهم كعصف مأكول" (کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے رب نے ہاتھی والوں سے کیا معاملہ کیا، کیا اس نے ان کی تدبیر کو سرتاپا اکارت نہیں کر دیا اور ان پر غول کے غول پرندے بھیج دیے جو ان پر کنکر کی پتھریاں پھینک رہے تھے پھر ان کو جانوروں کے کھائے ہوئے بھوسے کی طرح پامال کر دیا)

واقعۂ فیل کا اجمالی ذکر کر دیا گیا ہے، اصل مقصود کفار کو اس طرف توجہ دلانی ہے کہ وہ دعوتِ محمدی پر لبیک کہتے ہوئے خدائے واحد کی بندگی کی طرف پلٹ آئیں، ورنہ اگر انھوں نے احکام الٰہیہ کی بے حرمتی کی، اور دعوتِ دین کو دبانے کے لئے زور و جبر سے کام لیا تو ان پر دیسا عذاب آسکتا ہے، جو اصحاب الفیل پر آچکا ہے، اور آخرت کا عذاب تو یقیناً ہوگا ہی۔

(۲) قبل از نبوت آپ ؐ کا قلق واضطراب

نبوت ملنے سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑا قلق واضطراب رہا کرتا تھا، یہ ایک مبہم بے چینی تھی جس کا سبب اور سرچشمہ اور اس کا مستقبل اور مآلِ کار آپ کو معلوم نہ تھا، کبھی بھول کر بھی آپ کے دل میں نبوت سے منجانب اللہ سرفراز ہونے کا خیال نہ آتا تھا۔

قرآن کریم میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے "وكذلك أوحينا إليك روحا من أمرنا ما كنت تدری ما الكتاب ولا الإيمان ولكن جعلناه نورا نهدی به من نشاء من عبادنا وإنك لتهدی إلىٰ صراط مستقيم" (الشوریٰ:۵۲) اسی طرح ہم نے اپنے حکم سے ایک روح (فرشتہ اور وحی) آپ کی طرف بھیجی ہے، آپ کو کچھ پتہ نہ تھا کہ کتاب کیا ہوتی ہے اور ایمان کیا ہوتا ہے لیکن اس قرآن کو ہم نے ایک نور بنا دیا جس سے ہم راہ دکھاتے ہیں اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں، اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آپ ایک سیدھے راستہ کی طرف راہ نمائی کر رہے ہیں۔

اس میں یہ بتایا جا رہا ہے کہ نبوت ملنے سے قبل آپ ؐ کے حاشیۂ خیال تک میں یہ بات

نہ آئی تھی کہ آپ نبوت، کتاب اور وحی سے سرفراز کئے جانے والے ہیں، دوسری آیت میں فرمایا گیا "وما كنت ترجو أن يُلقىٰ إليك الكتاب إلاّ رحمة من ربك" (القصص:۸۶) آپ اس بات کے ہرگز امیدوار نہ تھے کہ آپ پر کتاب نازل کی جائے گی، یہ تو محض آپ کے رب کی مہربانی سے آپ پر نازل ہوئی ہے، اس آیت میں بھی واضح کیا گیا ہے کہ آپ ؐ کے تصور تک میں نبوت و کتاب سے سرفرازی کی خواہش اور ارادہ اور توقع نہ تھی، یہ نعمت تو برحمتِ خداوندی اچانک حیرت انگیز طور پر آپ کو نصیب ہوئی۔

(۳) قبل از نبوت عادات وخصائل

روایات میں وارد ہوا ہے کہ پہلی وحی (سورۃ العلق کی ابتدائی آیات) کے بعد جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گھبرائے ہوئے پریشان حال اپنے گھر تشریف لائے اور حضرت خدیجہ ؓ سے فرمایا، مجھے کمبل اوڑھا دو، پھر جب کچھ قرار آیا اور پوری صورت حال حضرت خدیجہ کو بتائی تو انھوں نے فرمایا "والله ما يخزيك الله أبدا إنك لتصل الرحم وتحمل الكلّ وتقری الضيف وتكسب المعدوم وتعين على نوائب الحق" بخدا اللہ آپ کو کبھی رسوا نہ کرے گا، آپ تو رشتے ناتے کو جوڑتے ہیں، دوسروں کا بوجھ اپنے ذمہ لے لیتے ہیں، نادار کو کمائی سے لگا دیتے ہیں اور حق کی وجہ سے پیش آمدہ مصیبتوں پر مدد کرتے ہیں۔

حضرت خدیجہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبل از نبوت پاکیزہ زندگی کے چند اوصاف شمار کرا کر واضح کر دیا کہ ایسی جامع شخصیت کو اللہ تعالیٰ رسوا نہیں کرے گا، ان اوصاف کا ذکر قرآن میں بھی آیا ہے "لقد جاء كم رسول من أنفسكم عزيز عليه ما عنتّم حريص عليكم بالمؤمنين رؤوف رحيم" (التوبہ:۱۲۸) تم لوگوں کے

toobaa-elibrary.blogspot.com

پاس ایک رسول آیا ہے جو خود تم ہی میں سے ہے، تمہارا نقصان میں پڑنا اس پر شاق ہے، تمہاری فلاح کا وہ حریص ہے، ایمان لانے والوں کے لئے وہ شفیق اور رحیم ہے۔

﴿وإنك لعلیٰ خلق عظیم﴾ (القلم:۴) یقیناً آپ اخلاق کے اعلیٰ پیمانہ پر ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ یہ سارے اخلاق وکمالات آپ کی نبوت پر دلیلِ قطعی ہیں۔

(۴) آپؐ کے وجود کے لئے حضرت ابراہیم کی دعا اور حضرت عیسیٰ کی خوشخبری

حضرت عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن معمرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے "أنا دعوة أبي إبراهيم وبشرىٰ عيسىٰ بن مريم "میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا اور عیسیٰ بن مریم کی بشارت ہوں۔

اسی مضمون کو قرآن نے کئی جگہ اپنے اسلوب میں بیان کیا ہے۔ "ربنا وابعث فيهم رسولا منهم يتلو عليهم آياته ويعلّمهم الكتاب والحكمة ويزكيهم" (البقرۃ:۱۲۹) اور اے ہمارے رب: ان لوگوں میں خود ان ہی کی قوم سے ایک پیغمبر بھیج دے جو انہیں تیری آیتیں پڑھ پڑھ کر سنائے اور انہیں کتاب اور حکمت دے اور انہیں پاک وصاف کرے۔

یہ حضرت ابراہیم واسماعیل علیہما السلام کی مشترکہ دعا کا ایک حصہ ہے، یہ دعا بیت اللہ کی دیواریں اٹھاتے وقت کی گئی تھی، اور اس میں آپؐ کے مقاصدِ بعثت کا ذکر بھی آگیا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت کا ذکر سورۂ صف میں آیا ہے "ومبشـــرا برسول يأتي من بعدي اسمه أحمد" (الصف:۶) اور میں ایسے رسول کی خوشخبری دینے والا ہوں جو میرے بعد آئے گا جس کا نام احمد ہوگا، حضرت عیسیٰ کی یہ صریح بشارت اناجیل میں موجود ہے، گو تحریف کے بعد بہت سے نسخوں میں یہ مضمون بھی نہیں ملتا تاہم بعض نسخوں میں اب بھی یہ بشارت اور پیشین گوئی ملتی ہے۔۔

(۵) کتبِ سماویہ خصوصاً انجیل میں آپؐ کے اوصاف کا ذکر

انجیل میں یہ وضاحت آئی ہے کہ ایک نبی آئے گا جس کا نام "منحمنا" ہوگا (سریانی زبان میں یہ محمد کا ہم معنیٰ لفظ ہے) یا برقلیطس ہوگا (رومی زبان میں یہ محمد کا ہم معنیٰ ہے) یا فارقلیط ہوگا (یہ احمد کے ہم معنیٰ ہے) وہ مجھ پر اور تم پر گواہ ہوگا، وہی تمہیں سب باتیں سکھائے گا اور جو کچھ میں نے تم سے کہا ہے وہ سب تمہیں یاد دلائے گا...... وہ میری گواہی دے گا... وہ تم کو سچائی کی راہ دکھائے گا... وہ تمہیں آئندہ کی خبریں بتائے گا۔ اس طرح کی پیشین گوئیاں اناجیل اربعہ میں خصوصاً انجیل برناباس میں موجود ہیں اور تحریف کے باوجود ان کے اثرات ختم نہیں کئے جاسکے ہیں۔

شاہِ حبشہ نجاشی نے بھی حضرت جعفر بن ابی طالبؓ کی زبانی دعوتِ محمدی کی تفصیل سن کر برملا آپؐ کے رسولِ خدا ہونے کی گواہی دی تھی اور کہا تھا کہ انھیں کے بارے میں حضرت عیسیٰ نے بشارت دی تھی جیسا کہ انجیل میں موجود ہے۔

توراۃ میں بھی یہ پیشین گوئی موجود ہے "خداوند نے کہا میں ان کے لئے ان ہی کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کردوں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اسے حکم دوں گا وہی وہ ان سے کہے گا اور جو کوئی میری ان باتوں کو جن کو وہ میرا نام لے کر کہے گا نہ سنے تو میں ان کا حساب اس سے لے لوں گا" (استثناء: باب ۱۸، آیات ۱۵-۱۹)

قرآن میں اس طرف اشارہ فرمایا گیا ہے "الذين يتبعون الرسول النبي الأمي الذي يجدونه مكتوبا عندهم في التوراة والإنجيل" (الاعراف:۱۵) جو اس پیغمبر نبی امی کی پیروی اختیار کریں جس کا ذکر انہیں اپنے ہاں

toobaa-elibrary.blogspot.com

تورات اور انجیل میں لکھا ہوا ملتا ہے۔ (مثال کے طور پر توراۃ وانجیل کے حسبِ ذیل مقامات ملاحظہ ہوں جہاں آپ کی آمد اور اوصافِ عالیہ کے متعلق صاف اشارات موجود ہیں: استثناء: باب ۱۸، آیت ۱۵ تا ۱۹۔ متی: باب ۲۱، آیت ۳۳ تا ۴۶، یوحنا باب ۱۔ آیت ۱۹ تا ۲۱، یوحنا باب: ۱۴ آیت ۱۵ تا ۱۷ او آیت ۲۵ تا ۳۰، یوحنا باب ۱۵ آیت ۲۵، ۲۶، یوحنا باب ۱۶ آیت ۷ تا ۱۵۔ وغیرہ)

اسی لئے قرآن میں فرمایا گیا "الذین آتیناهم الکتاب یعرفونه کما یعرفون أبناء هم وإن فریقا منهم لیکتمون الحقّ وهم یعلمون" (البقرۃ:۱۴۶) "جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ لوگ رسول کو (تورات وانجیل میں آئی ہوئی بشارت کی بناء پر بحیثیتِ رسالت) ایسا (بے شک وشبہ) پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو (ان کی صورت سے) پہچانتے ہیں (مگر پہچان کر سب ایمان نہیں لائے، بعض تو ایمان لائے) اور بعض ان میں سے امرِ واقعی کو باوجود یکہ خوب جانتے ہیں مگر اخفاء کرتے ہیں۔

اس میں واضح کردیا گیا کہ یہ یہود ونصاریٰ توراۃ وانجیل میں موجود رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی واضح علامات وبشارات کی وجہ سے آپ کو یقینی طور پر پہچانتے ہیں، مگر ان کا انکار صرف ہٹ دھرمی اور عناد کی وجہ سے ہے۔

(۶) نبی امّی صلی اللہ علیہ وسلم

آپ کا امی وناخواندہ ہونا آپ کی بہت بڑی فضیلت اور آپ کی نبوت ورسالت کا بہت واضح معجزہ ہے، آپ نے اپنی عمر کے چالیس سال اہل مکہ کے سامنے گذارے، نہ آپ لکھنا جانتے تھے نہ پڑھنا، آپ کا میل جول اہلِ کتاب سے نہ تھا، چالیس سال ہوتے ہی یکا یک آپ کی زبانِ حق ترجمان سے ایسا معجز اور فصیح وبلیغ کلام جاری ہونے لگا، اب اگر آپ امّی نہ ہوتے تو اہل باطل کو اس شبہ کا بڑا موقعہ تھا کہ وہ آپ پر پچھلی کتابوں سے نقل واقتباس کا الزام لگادیتے اور آپ کی نبوت کا اس طرح انکار کردیتے، لیکن جب آپ کا حال یہ ہے کہ نہ تو آپ نے کوئی کتاب پڑھی نہ قلم لیا اور پھر ایسی تعلیمات وہدایات قرآن کے ذریعہ پیش فرمانے لگے تو یہ بجائے خود اس کا واضح ثبوت ہے کہ یہ چیز وحی کے سوا کسی اور ذریعہ سے حاصل نہیں ہوسکتی، آپ کی امیت نے آپ کے بارے میں کسی ایسے شک کے لئے برائے نام بنیاد بھی نہ چھوڑی، اب ہٹ دھرمی کے سوا اس کا انکار کرنے کی کوئی معقول صورت نہ رہی، اسی لئے قرآن میں جگہ جگہ آپ کو امی کہا گیا ہے "وما کنت تتلو من قبله من کتاب ولا تخطه بیمینك إذاً لارتاب المبطلون" (العنکبوت:۴۸) آپ اس سے پہلے کوئی کتاب نہیں پڑھتے تھے اور نہ اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے، اگر ایسا ہوتا تو باطل پرست لوگ شک میں پڑ سکتے تھے۔

فآمنوا بالله ورسوله والنبی الأمي الذي یؤمن بالله وکلماته (الاعراف:۱۵۸) پس ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے بھیجے ہوئے نبی امی پر جو اللہ اور اس کے ارشادات کو مانتا ہے۔

هو الذي بعث في الأمیین رسولا منهم یتلو علیهم آیاته (الجمعہ:۲) وہی ذات ہے جس نے ناخواندہ لوگوں میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان کے سامنے اللہ کی آیات پڑھ کر سناتا ہے۔.........

(۷) یتیمِ عبداللہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں جلوہ فرما ہونے سے قبل ماں کے پیٹ ہی میں یتیم ہوگئے تھے، ۶ رسال کی عمر میں والدہ بھی وفات پاگئی تھیں، آپ نے زندگی یتیمی

toobaa-elibrary.blogspot.com

کی حالت میں گذاری، آپ کی یتیمی کا ذکر قرآن کرتا ہے ألم يجدك يتيماً فآوىٰ (الضحیٰ:۶) کیا اس نے تم کو یتیم نہیں پایا اور پھر ٹھکانا فراہم کیا؟

(۸) آغازِ وحی

صحیح بخاری شریف میں حضرت عائشہؓ کی روایت میں وارد ہوا ہے کہ "پہلی وہ چیز جس سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی ابتداء ہوئی رؤیائے صالحہ تھے، جنھیں آپ خواب میں دیکھتے تھے چنانچہ آپ جو خواب بھی دیکھتے وہ سپیدۂ صبح کی طرح سامنے آتا، پھر خلوت گزینی آپ کے نزدیک محبوب کردی گئی اور آپ غار حراء میں خلوت گزینی فرماتے، کئی کئی راتوں تک اس میں عبادت کرتے تھے اور اس کے لئے سامانِ خورد ونوش ساتھ لے جاتے پھر حضرت خدیجہ کے پاس تشریف لاتے اور اتنی ہی راتوں کے لئے پھر سامان مہیا فرماتے یہاں تک کہ آپ کے پاس حق (وحی) آ گیا جب کہ آپ غار حراء میں تھے، چنانچہ فرشتہ پہونچا اور اس نے کہا پڑھیئے، آپ نے فرمایا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں، پھر فرشتہ نے آپ کو پکڑا اور دبایا یہاں تک کہ اس کا دباؤ آپ کی طاقت کی انتہا کو پہونچ گیا پھر اس نے آپ کو چھوڑ دیا اور کہا پڑھیے، آپ نے فرمایا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں پھر اس نے آپ کو پکڑ کر سہ بارہ اسی طرح دبایا پھر چھوڑ کر کہا: اقرأ باسم ربك الذی خلق الخ آپ اپنے پروردگار کے نام سے پڑھیے جس نے پیدا کیا، جس نے انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا، پڑھیے اور آپ کا پروردگار بڑا کریم ہے۔ ...

(بخاری باب بدء الوحی)

سورۂ علق کی ابتدائی پانچ آیات اس موقعہ پر نازل ہوئیں اور وحی کے مقدس ومبارک سلسلہ کا آغاز ہوا۔

(۹) کپڑوں میں لپٹنے والے

سورۃ العلق کی ابتدائی آیات کے نزول کے بعد پھر کچھ وقفہ کے لئے وحی کا سلسلہ

بند رہا، اسے فترتِ وحی کا زمانہ کہا جاتا ہے، پہلی بار وحی کے نزول کا آپ پر طبعی اثر ہوا تھا، نبوت کا جو کام اور مشن آپ سے متعلق ہوا تھا اور جو ذمہ داریاں منجانب اللہ ڈالی گئی تھیں ان کی عظمت اور اہمیت کا آپ کو بخوبی احساس تھا، غار حراء کا واقعہ آپ کے ساتھ اپنی نوعیت کا پہلا اور عجیب واقعہ تھا، آپ اس سے خوفزدہ ہوگئے، آپ کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا اور شدت خوف سے آپ پر کپکپی طاری ہوگئی، حضرت عائشہ کی حدیث میں مذکور ہے کہ آپ گھر پہونچے اور حضرت خدیجہ سے فرمایا: زملوني زملوني مجھے جلد اوڑھادو، مجھے جلد اوڑھادو، چنانچہ آپ کو حضرت خدیجہ نے چادر اوڑھادی، یہاں تک کہ آپ کا خوف ختم ہوگیا۔ (ایضاً)

اس واقعہ کی طرف اشارہ سورۃ المزمل میں کیا گیا ہے يا أيها المزمل قم الليل إلا قليلا "اے کپڑوں میں لپٹنے والے، رات کو نماز میں کھڑے رہا کرو مگر تھوڑی سی رات۔

اس پہلی وحی کے بعد ایک مدت تک دوسری وحی کا نزول نہ ہوا، بخاری شریف میں حضرت جابرؓ کی ایک حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے، آپؐ نے فرمایا" ایک روز میں راستے سے گذر رہا تھا، یکا یک میں نے آسمان سے ایک آواز سنی، سر اٹھایا تو دیکھا کہ وہی فرشتہ جو غارِ حراء میں میرے پاس آیا تھا آسمان اور زمین کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا ہوا ہے، میں یہ دیکھ کر سخت دہشت زدہ ہوگیا اور گھر پہونچ کر میں نے کہا: مجھے اوڑھادو، مجھے اوڑھادو، چنانچہ گھر والوں نے مجھ پر لحاف اوڑھادیا۔ (ایضاً ومسلم ومسند احمد) اس موقعہ پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل کو ان کی اصلی شکل میں دیکھا تھا جس کی وجہ سے آپ پر خوف طاری ہوگیا، اس واقعہ کے بعد سورۃ المدثر کا نزول ہوا اور پھر وحی کا سلسلہ مسلسل باقی رہا، سورۃ المدثر میں فرمایا گیا "يا أيها المدثر قم فأنذر وربك فكبر " اے کپڑے میں لپٹنے والے اٹھو اور ڈراؤ اور اپنے

toobaa-elibrary.blogspot.com

رب کی بڑائی کا اعلان کردو۔

ان دونوں سورتوں کے آغاز میں رسول اور نبی وغیرہ سے خطاب کے بجائے مدثر ومزمل سے خطاب فرمایا گیا ہے، اس میں یہ لطیف اشارہ تو ہے ہی کہ جس کارِ عظیم کا بار آپ پر ڈالا گیا ہے اس کی انجام دہی کے لیے پورے عزم کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئیے، نیز خطاب کا یہ انداز آپ کو خوش کرنے کے لئے اور اظہار لطف ومحبت کے لئے بھی ہے۔

(۱۰) نزول وحی کے ساتھ آپ کا الفاظِ وحی کو دہرانا

شروع زمانۂ وحی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اخذِ وحی کی عادت نہ پڑی تھی تو اس اندیشہ سے کہ کہیں آپ بھول نہ جائیں حضرت جبریل کے سنانے کے ساتھ آپ الفاظِ وحی اپنی زبان سے دہراتے جاتے تھے، مختلف کتب حدیث میں حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کی یہ روایت آئی ہے کہ جب آپؐ پر قرآن نازل ہوتا تھا تو آپ اس خوف سے کہ کہیں کچھ بھول نہ جائیں جبریل علیہ السلام کے ساتھ ساتھ وحی کے الفاظ دہرانے لگتے تھے۔ (بخاری ومسلم وترمذی ونسائی ومسند احمد)

قرآن کریم میں اس واقعہ کا ذکر کیا گیا ہے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اس جلد بازی سے منع کر دیا گیا ہے اور یہ واضح کر دیا گیا ہے کہ آپ بھول جانے کا خوف نہ کریں، قرآن کا پڑھوانا، یاد کرانا، سمجھانا سب اللہ کے ذمہ ہے، چنانچہ اس کے بعد آپؐ حضرت جبریل کے ساتھ دہراتے نہ تھے بلکہ غور سے سنتے تھے، پھر حضرت جبریل کے جانے کے بعد دہراتے تھے۔

اس طرح کی تنبیہ قرآن میں صرف تین جگہوں پر موجود ہے، سورۂ قیامہ میں فرمایا گیا "لا تحرّك به لسانك لتعجل به إن علينا جمعه وقرآنه فإذا

قرأناه فاتبع قرآنه ثم إن علينا بيانه (القیامہ:۱۶تا۱۹) آپ اس وحی کو جلدی جلدی یاد کرنے کے لئے اپنی زبان کو حرکت نہ دیجئے اس کو یاد کروا دینا اور پڑھوا دینا ہمارے ذمہ ہے، لہٰذا جب ہم اسے پڑھ رہے ہوں (ہمارا فرشتہ پڑھ رہا ہو) تو اس وقت آپ اس کی قراءت کو غور سے سنتے رہیں، پھر اس کا مطلب سمجھا دینا بھی ہمارے ذمہ ہے، سورۂ طٰہٰ میں فرمایا گیا "ولا تعجل بالقرآن من قبل أن يقضىٰ إليك وحيه" (آیت:۱۱۴) اور آپ قرآن پڑھنے میں جلدی نہ کیا کریں جب تک کہ آپ کی طرف اس کی وحی تکمیل کو نہ پہونچ جائے، سورۂ اعلیٰ میں وارد ہوا ہے "سنقرئك فلا تنسىٰ" (آیت ٦) ہم عنقریب آپ کو پڑھوا دیں گے پھر آپ بھولیں گے نہیں۔

صرف تین موقعوں پر یہ ہدایات دی گئی ہیں، پھر بعد میں آپ کو اخذِ وحی کی خوب عادت اور مشق ہو گئی تو پھر ان ہدایات کی حاجت باقی نہیں رہی۔

(۱۱) کیا باشندگانِ مکہ مجھے مکہ سے نکال دیں گے؟

پہلی وحی کے نزول کے بعد حضرت خدیجہ آپ کو اپنے عالم وفاضل چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں، ورقہ دور جاہلیت ہی میں عیسائی ہو گئے تھے اور عبرانی زبان سے واقف تھے، انجیل کے عالم بھی تھے، وہ اس وقت بہت ضعیف اور نابینا ہو چکے تھے، آپؐ نے انہیں غارِ حراء کا پورا واقعہ سنایا تو انھوں نے کہا: والذي نفسي بيده إنك لنبيّ هذه الأمة الخ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے بے شک آپ اس امت کے نبی ہیں اور آپ کے پاس وہی ناموسِ اکبر (فرشتہ) آیا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا، کاش میں اس وقت توانا وزندہ ہوتا جب آپ کی قوم آپ کو جھٹلائے گی اور ایذا پہونچائے گی اور آپ کو نکالے گی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

toobaa-elibrary.blogspot.com

نے یہ باتیں سنیں تو آپ کو بیحد استعجاب ہوا کہ وہ قوم جو مجھے صادق وامین کہتی اور مرتبہ وعزت دیتی ہے وہ یہ رویہ اختیار کرے گی، آپؐ نے پوچھا: او مخرجیّ هم؟ کیا باشندگانِ مکہ مجھے مکہ سے نکال دیں گے؟ ورقہ نے کہا: ہاں: جو پیام تم لائے ہو جب بھی ویسا پیام کوئی لایا ہے اس کی دشمنی کی گئی ہے، اگر مجھے تمہارا زمانہ ملا تو میں تمہاری مکمل مدد کروں گا۔ اس واقعہ کے کچھ ہی عرصہ بعد ورقہ کا انتقال ہو گیا۔

(ماخوذ از سیرت ابن ہشام ص:۲۳۸)

وطن سے نکالے جانے کے واقعہ کی طرف قرآن کی متعدد آیتوں میں اشارہ کیا گیا ہے: سورۂ محمد میں فرمایا گیا "وكأين من قرية هي أشد قوة من قريتك التى أخرجتك أهلكناهم فلا ناصر لهم (آیت:۱۳) اے نبی: کتنی ہی بستیاں ایسی گذر چکی ہیں جو آپ کی اس بستی سے زیادہ زور آور تھیں جس نے آپ کو نکال دیا ہے، انھیں ہم نے اس طرح ہلاک کر دیا کہ کوئی ان کا بچانے والا نہ تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے لئے مکہ سے نکلنے کے بعد مکہ کا رخ کر کے یہ فرمایا تھا "اے مکہ! تو خدا کو تمام دنیا کے شہروں سے زیادہ پیارا ہے اور مجھے تمام شہروں میں سب سے زیادہ تجھی سے محبت ہے، اگر مکہ کے مشرکوں نے مجھے نہ نکالا ہوتا تو میں تجھے کبھی نہ چھوڑتا" اس موقعہ پر یہ آیت مذکورہ نازل ہوئی جس میں آپ کی تسلی کا سامان بھی ہے۔

سورۃ الممتحنہ میں بھی مکہ سے نکالے جانے کا ذکر مختصراً آ گیا ہے۔ "انما ينهكم الله عن الذين قاتلوكم فى الدين وأخرجوكم من دياركم وظاهروا على إخراجكم أن تولوهم ومن يتولهم فاولئك هم الظالمون" (آیت:۹)

اللہ تمہیں تو اس بات سے روکتا ہے کہ تم ان لوگوں سے دوستی کرو جنھوں نے تم سے

دین کے معاملہ میں جنگ کی ہے اور تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا ہے اور تمہارے اخراج میں ایک دوسرے کی مدد کی ہے، ان سے جو لوگ دوستی کریں وہی ظالم ہیں۔ اس آیت میں اللہ ورسول اور مسلمانوں کے علانیہ سازشی دشمنوں سے کسی بھی نوع کی دوستی سے اہل ایمان کو منع کر دیا گیا ہے اور یہ بتا دیا گیا ہے کہ مکہ کے مشرکین نے مسلمانوں کو ان کے گھروں سے بے گھر کیا ہے جس سے ان کی مکمل عداوت کا حال نمایاں ہے۔

سورۃ البقرہ میں ہے "وأخرجوهم من حيث أخرجوكم (آیت:۱۹۱) اور ان کو نکال دو جہاں سے انہوں نے تم کو نکالا، اس آیت میں حکم دیا گیا ہے کہ اگر کفار قتال کرنے لگیں تو تم کو بھی اجازت ہے کہ جہاں پاؤ ان کو قتل کرو اور اگر طاقت: و تو جیسے انھوں نے تم کو مکہ سے نکال دیا تھا ایسے تم بھی ان کو مکہ سے نکال دو۔

(۱۲) علانیہ دعوتِ حق

نبوت سے سرفرازی کے بعد تین سال تک آپ نے دعوتِ اسلام کا کام خفیہ طور پر انجام دیا، پھر منجانب اللہ آپ کو علانیہ تبلیغ کا حکم دیا گیا۔ یہ حکم قرآن میں مذکور ہے۔ "فاصدع بما تؤمر وأعرض عن المشركين (الحجر:۹۴) اے نبی: جس چیز کا آپ کو حکم دیا جا رہا ہے آپ اسے بانگ پکارے کہہ دیجئے اور مشرکوں کی ذرا بھی پروانہ کیجئے۔ اس آیت میں پیامِ رسالت کو کھل کر خلق تک پہونچا دینے کا حکم دیا گیا، نیز فرمایا گیا "وقل إنى أنا النذير المبين" (الحجر:۸۹) آپ فرما دیجئے میں صاف صاف خبردار کر دینے والا ہوں، سورۃ المدثر میں حکم دیا گیا "قم فأنذر" (آیت:۲) اٹھیے اور ڈرائیے، سورۃ الشعراء میں فرمایا گیا "وأنذر عشيرتك الأقربين" (آیت:۲۱۴) آپ اپنے قریب ترین رشتہ داروں کو ڈرائیے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس کے بعد علانیہ دعوتِ اسلام کے زمزموں سے پورے مکہ اور نواح کے بام ودر گونج اٹھے، آپؐ نے کوہ صفا پر چڑھ کر تمام قبائل قریش کو آواز دی، توحید کی صدا لگائی اور فرمادیا "یا أیها الناس قولوا لا اله إلا الله تفلحوا" اے لوگو! کلمۂ توحید کے گویا بن جاؤ فلاح پا جاؤ گے۔ پھر تو اس کے بعد آپ کی مخالفت کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہوگیا اور قانونِ فطرت اور تاریخی تسلسل کے مطابق باطل پوری قوت کے ساتھ حق کے سامنے آگیا۔

(۱۳) فترتِ وحی

وحی کے انقطاع کا سب سے پہلا اور لمبا زمانہ تو سورۂ علق کی ابتدائی آیات کے نزول کے بعد شروع ہوا تھا جس کے اختتام پر سورۂ مدثر اتری تھی، اس کا ذکر آچکا ہے، اس کے ایک عرصہ بعد دوبارہ کسی وجہ سے سلسلۂ وحی چند دنوں منقطع رہا تو کفار نے آپ کو یہ طعنہ دیا کہ محمد کا خدا ان سے خفا ہوگیا اور ان کو چھوڑ دیا، بلکہ دشمن خدا ابولہب کی بیوی ام جمیل نے آپؐ سے کہا "معلوم ہوتا ہے کہ تمہارے شیطان نے تم کو چھوڑ دیا ہے" اس صورت حال سے آپ کو شدید غم ہوا، آپ کی تسلی کے لئے سورۂ ضحیٰ نازل ہوئی جس میں اللہ نے تاکیداً یہ واضح کردیا کہ اللہ آپؐ سے ناراض نہیں ہے اور نہ اس نے آپ کو چھوڑ دیا ہے۔ بلکہ آپ کو خوشخبری دی گئی کہ مستقبل قریب میں آپ پر اللہ اپنے جود وعطا اور نوازشات کی بارش برسادے گا اور آپ شاداں وفرحاں ہوجائیں گے، فرمایا گیا "والضحیٰ واللیل إذا سجیٰ ما ودّعك ربك وما قلیٰ الخ" قسم ہے روزِ روشن کی اور رات کہ جب کہ وہ سکون کے ساتھ طاری ہوجائے، آپ کے رب نے آپ کو نہ چھوڑا اور نہ ناراض ہوا۔ الخ

اصلاً وحی میں آغاز میں وقفے اس لئے ہوتے تھے تاکہ آپ رفتہ رفتہ اس کا بار

برداشت کرنے کے عادی ہوجائیں، پھر عادی ہوجانے کے بعد ایسے وقفوں کا سلسلہ بند کردیا گیا۔

(۱۴) آپؐ کے بارے میں مشرکین کے خیالات

کتبِ سیرت میں منقول ہے کہ قریش کے سر برآوردہ افراد دعوت محمدی کی تیز رفتار مقبولیت کو دیکھ کر کڑھتے ہوئے ولید بن مغیرہ کے گھر اکٹھا ہوئے، موسم حج قریب آرہا تھا، قریش کو خطرہ تھا کہ عرب قبائل کے مختلف حج کو آنے والے وفود تک دعوت محمدی کی آواز پہونچے گی تو وہ اثر قبول کرسکتے ہیں، اس خطرہ کے پیش نظر باہم گفت وشنید کے لئے وہ ولید کے گھر جمع ہوئے، ولید نے حاضرین سے کہا: کہ اگر ہم نے آپؐ کے بارے میں مختلف باتیں لوگوں سے کہیں تو ہمارا اعتماد جاتا رہے گا، اس لئے کوئی ایک بات طے کرلی جائے جسے سارے لوگ باتفاق کہیں، کچھ افراد نے کہا کہ ہم محمد کو کاہن کہیں گے، ولید نے جواب دیا: نہیں بخدا وہ کاہن نہیں ہیں، ہم نے کاہنوں کو دیکھا ہے، ان کا کلام نہ تو کاہنوں کی طرح ہے اور نہ خود وہ کاہنوں کی طرح فقرے جوڑتے اور گنگناتے ہیں، کچھ لوگوں نے کہا: ہم انہیں مجنون کہیں گے، ولید نے کہا: نہیں: وہ مجنون نہیں ہیں، ہم نے دیوانوں کی بہکی باتیں اور الٹی سیدھی حرکتیں ان میں بالکل نہیں پائیں، کچھ لوگوں نے شاعر کہنا چاہا، ولید نے کہا: وہ شاعر بھی نہیں ہیں، ہم شاعری کی تمام اقسام واصناف سے آگاہ ہیں، ان کا کلام شعر نہیں ہے، لوگوں نے کہا: وہ جادوگر ہیں، ولید نے کہا: ایسا بھی نہیں ہے، ہم جادوگروں اور ان کے جادوئی طریقوں سے بھی بخوبی واقف ہیں، یہ بھی ان کے کلام پر چسپاں نہیں ہے، لوگوں نے عاجز آکر کہا: ولید! تم ہی بتاؤ ہم کیا کہیں؟ ولید نے دیر تک سوچ کر جواب دیا: بخدا محمد کے کلام میں بیحد چاشنی ہے، اس کلام کی جڑ بڑی گہری اور ڈالیاں بہت بار آور

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہیں، تم ان باتوں میں سے جو بھی کہو گے لوگ ان کے کلام کو سن کر ہر بات غلط قرار دیدیں گے، ہاں زیادہ سے زیادہ تم انہیں جادوگر کہہ سکتے ہو، کیونکہ ان کا کلام جادو کی طرح اثر کرتا ہے اور انسان کو اپنے باپ، بھائی، اہل وعیال اور پورے خاندان سے جدا کردیتا ہے، اس رائے پر سب کا اتفاق ہوگیا، اور موسمِ حج میں آپ کو ساحر کے لقب سے کفار نے مشہور کردیا، اس کا فائدہ انہیں تو بہت کم ملا مگر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پورے عرب میں مشہور ہوگئے، (۱) ولید بن مغیرہ کے اس طرزِ عمل کا ذکر قرآن میں سورۃ المدثر کی متعدد آیات میں آیا ہے، إنه فكر وقدر فقتل كيف قدر ثم قتل كيف قدر ثم نظر ثم عبس وبسر ثم أدبر واستكبر فقال إن هذا إلا سحر يؤثر إن هذا إلا قول البشر سأصليه سقر (۱۸تا۲۶) اس نے سوچا اور کچھ بات بنانے کی کوشش کی تو خدا کی مار اس پر کیسی بات بنانے کی کوشش کی ہاں خدا کی مار اس پر کیسی بات بنانے کی کوشش کی پھر لوگوں کی طرف دیکھا پھر پیشانی سکیڑی اور منھ بنایا پھر پلٹا اور تکبر میں آگیا، آخر کار بولا: یہ تو صرف ایک جادو ہے جو پہلے سے چلا آرہا ہے، یہ تو بس ایک انسانی کلام ہے، عنقریب میں اسے دوزخ میں جھونک دوں گا۔

روایات میں یہ آتا ہے کہ ولید اپنے دل میں کلام الٰہی کی حقانیت کا قائل ہو چکا تھا مگر محض اپنی سرداری کو برقرار رکھنے کی خاطر وہ ایمان نہ لایا اور اپنے ضمیر سے لڑ کر آپ کے لئے "ساحر" کا نام تجویز کیا۔

کتب حدیث وتاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب کفار نے یہ محسوس کیا کہ دعوتِ حق کا کارواں اپنی منزل کی جانب تیزی سے رواں دواں ہے اور ان کی کوئی تدبیر کارگر نہیں

(۱) ملاحظہ ہو: الخصائص الکبریٰ للبیہقی ج/ا ص/۱۱۳

ثابت ہو رہی ہے تو انہوں نے مختلف طریقوں سے اِس دعوتِ دین کی مہم کو سرد کرنے کی کوشش کی، مختلف نام اور القاب تجویز کیے، جادوگر، شاعر، مجنون ودیوانہ کہا، یہ کہا کہ ان کا کلام پراگندہ خواب ہے، اگلوں کی بے سند، بے اصل، من گھڑت باتیں ہیں، داستانِ پارینہ ہے، اگلوں کی خرافات ہے، تراشیدہ اور جھوٹ بات ہے، جنوں کی سکھائی ہوئی بات ہے، وغیرہ وغیرہ۔

قرآن کی متعدد آیات میں ان چیزوں کا ذکر آیا ہے، ہم اس مضمون کی چند آیات پیش کرتے ہیں۔

(۱) ﴿ومنهم من يستمع إليك وجعلنا علىٰ قلوبهم أكنة أن يفقهوه وفى آذانهم وقرا و إن يروا كل آية لا يؤمنوا بها حتى إذا جاء وك يجادلونك يقول الذين كفروا إن هذا إلا أساطير الأولين﴾ (الانعام: ۲۵) ان میں بعض ایسے بھی ہیں جو کان لگا کر آپ کی بات سنتے ہیں، مگر ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے ہیں کہ وہ اسے نہ سمجھیں، اور ان کے کانوں میں بوجھ ڈال دیا ہے، اور اگر وہ ساری کی ساری نشانیاں دیکھ لیں جب بھی ان پر ایمان نہ لائیں، حد یہ ہے کہ جب وہ آپ کے پاس آکر آپ سے جھگڑتے ہیں تو جنہوں نے کفر اختیار کر رکھا ہے وہ کہتے ہیں کہ یہ تو ایک داستانِ پارینہ کے سوا کچھ نہیں۔

(۲) ﴿وإذا تتلىٰ عليهم آياتنا بينات قالوا قد سمعنا لو نشاء لقلنا مثل هذا إن هذا إلا أساطير الأولين﴾ (الانفال:۳۱) اور جب ان کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو کہنے لگتے ہیں: بس ہم نے سن لیا ہم چاہیں تو ایسی ہی باتیں ہم بھی کہہ لائیں، یہ ہے ہی کیا بجز نری اگلوں کی خرافات کے۔ اس آیت

toobaa-elibrary.blogspot.com

میں اشارہ نضر بن حارث کلدی کی طرف ہے جو زنادقۂ قریش میں تھا۔

(۳) ﴿وإذا قیل لهم ماذا أنزل ربكم قالوا أساطیر الأولین﴾ (النحل:۲۴) اور جب ان سے پوچھا جاتا ہے کہ تمہارے پروردگار نے کیا چیز نازل کی؟ تو کہتے ہیں: وہی اگلوں کے بے سند قصے۔

(۴) ﴿لقد وعدنا نحن وآباؤنا هذا من قبل إن هذا إلّا أساطیر الأولین﴾ (المؤمنون:۸۳) کافر کہتے ہیں: ہم نے بھی یہ وعدے، بہت سنے ہیں اور ہم سے پہلے ہمارے باپ دادا بھی سنتے رہے ہیں، یہ محض افسانہائے پارینہ ہیں۔

(۵) ﴿ولئن قلت إنكم مبعوثون من بعد الموت لیقولن الذین كفروا إن هذا إلّا سحر مبین﴾ (ہود:۷) اے نبی! اگر آپ ان سے کہیں کہ یقیناً تم لوگ مرنے کے بعد اٹھائے جاؤ گے تو منکرین فوراً بول اٹھیں گے کہ یہ تو کھلا ہوا جادو ہے۔

(۶) ﴿وعجبوا أن جاء هم منذر منهم وقال الكافرون هذا ساحر كذّاب﴾ (ص:۴) اور ان لوگوں کو اس بات پر بڑا تعجب ہوا کہ ایک ڈرانے والا خود انھیں میں سے آ گیا، منکرین کہنے لگے کہ یہ سخت جھوٹا جادوگر ہے۔

(۷) ﴿ولما جاء هم الحق قالوا هذا سحر وإنا به كافرون﴾ (الزخرف:۳۰) اور جب حق ان کے پاس آیا تو انھوں نے کہہ دیا کہ یہ تو جادو ہے اور ہم اس کو ماننے سے انکار کرتے ہیں۔

(۸) ﴿فقال إن هذا إلا سحر یؤثر إن هذا إلّا قول البشر﴾ (المدثر:۲۴،۲۵) تو اس نے کہا کہ یہ تو صرف ایک جادو ہے جو پہلے سے چلا آ رہا ہے، یہ تو بس ایک انسانی کلام ہے۔

(۹) ﴿وقالوا یا أیها الذی نزّل علیه الذكر إنك لمجنون﴾ (الحجر:٦) وہ لوگ کہتے ہیں: اے وہ شخص جس پر (بقول اس کے) یہ ذکر (قرآن) اترا ہے، تو یقیناً دیوانہ ہے۔

(۱۰) ﴿وما صاحبكم بمجنون ولقد رآه بالأفق المبین وما هو علی الغیب بضنین وما هو بقول شیطان رجیم﴾ (التکویر: ۲۲_۲۵) اے اہل مکہ: تمہارا رفیق (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) مجنون نہیں ہے، اس نے اس پیغامبر (حضرت جبریل) کو روشن افق پر دیکھا ہے، اور وہ غیب (کے اِس علم کو لوگوں تک پہونچانے) کے معاملہ میں بخیل نہیں ہے، اور یہ قرآن کسی شیطانِ مردود کا قول نہیں ہے۔

(۱۱) ﴿وما علّمناه الشعر وما ینبغی له، إن هو إلّا ذكر وقرآن مبین﴾ (یٓس:٦۹) اور ہم نے ان کو (آپؐ کو) شعر نہیں سکھایا ہے اور نہ شاعری ان کو زیب دیتی ہے، یہ تو ایک نصیحت ہے اور صاف پڑھی جانے والی کتاب۔

(۱۲) ﴿وما هو بقول شاعر قلیلا ما تؤمنون ولا بقول كاهن قلیلا ما تذكرون﴾ (الحاقۃ:۴۱،۴۲) یہ قرآن کسی شاعر کا قول نہیں ہے، تم لوگ کم ہی ایمان لاتے ہو، اور نہ یہ کسی کاہن کا کلام ہے، تم لوگ کم ہی غور کرتے ہو۔

(۱۳) ﴿فذكر فما أنت بنعمة ربك بكاهن ولا مجنون أم یقولون شاعر نتربص به ریب المنون﴾ (الطور:۲۹،۳۰) پس اے نبیؐ! آپ نصیحت کیجیے، آپؐ اپنے رب کے فضل سے نہ کاہن ہیں اور نہ مجنون، کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ شخص (آپؐ) شاعر ہے جس کے حق میں ہم گردش ایام کے منتظر ہیں؟

(۱۴) ﴿ویقولون أئنّا لتاركوا آلهتنا لشاعر مجنون﴾

toobaa-elibrary.blogspot.com

(الصافات:۳٦) اور وہ لوگ کہتے ہیں: کیا ہم ایک شاعرِ مجنون کی خاطر اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں؟

(۱۵) ﴿بل قالوا أضغاث أحلام بل افتراه بل هو شاعر فليأتنا بآية كما أرسل الأولون﴾ (الانبیاء:۵) لوگ کہتے ہیں ''بلکہ یہ پراگندہ خواب ہیں، بلکہ یہ اس کی من گھڑت ہے، بلکہ یہ شخص شاعر ہے، ورنہ کوئی ایسی نشانی ہمارے پاس لائے جیسی نشانی دے کر پرانے زمانہ کے رسول بھیجے گئے تھے''۔

(۱٦) ﴿أم يقولون افتراه قل إن افتريته فلا تملكون لي من الله شيئا﴾ (الاحقاف:۸) کیا وہ لوگ کہتے ہیں کہ آپؐ نے اسے گھڑ لیا ہے، آپ فرما دیجئے کہ اگر میں نے اسے گھڑ لیا ہے تو تم مجھے اللہ کے عذاب سے کچھ بھی نہ بچا سکو گے۔

(۱۷) ﴿أم يقولون تقوّله بل لا يؤمنون﴾ (الطّور:۳۳) کیا وہ کہتے ہیں کہ آپ نے اس قرآن کو خود گھڑ لیا ہے، اصل بات یہ ہے کہ وہ ایمان لانا نہیں چاہتے۔

(۱۸) ﴿وإذا تتلى عليهم آياتنا بينات قالوا ما هذا إلّا رجل يريد أن يصدّكم عمّا كان يعبد آباؤكم، وقالوا ما هذا إلّا إفك مفترىً، وقال الذين كفروا للحق لما جاء هم إن هذا إلا سحر مبين﴾ (سبأ:۴۳) ان لوگوں کو جب ہماری صاف صاف آیات سنائی جاتی ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ ''یہ شخص تو بس تم کو ان معبودوں سے برگشتہ کرنا چاہتا ہے جن کی پوجا تمہارے باپ دادا کرتے آئے ہیں'' اور کہتے ہیں کہ ''یہ قرآن تو محض گھڑا ہوا ایک جھوٹ ہے، ان کافروں کے سامنے جب حق آیا تو انھوں نے کہدیا کہ یہ تو صریح جادو ہے''۔

(۱۹) ﴿وإن يكاد الذين كفروا ليزلقونك بأبصارهم لما سمعوا

الذكر ويقولون إنه لمجنون﴾ (القلم:۵۱) جب یہ کافر لوگ قرآن سنتے ہیں تو آپ کو ایسی نظروں سے دیکھتے ہیں کہ گویا آپ کے قدم اکھاڑ دیں گے، اور کہتے ہیں کہ یہ ضرور دیوانہ ہے۔

(۲۰) ﴿وقال الذين كفروا إن هذا إلّا إفك افتراه وأعانه عليه قوم آخرون فقد جاء وا ظلما وزورا وقالوا أساطير الأولين اكتتبها فهي تملى عليه بكرة وأصيلاً﴾ (الفرقان:۴،۵) اور کافروں نے کہا: کہ ''یہ قرآن ایک من گھڑت چیز ہے جس کو اِس شخص نے آپ ہی گھڑ لیا ہے اور کچھ دوسروں نے اس کام میں اس کی مدد کی ہے'' بڑا ظلم اور سخت جھوٹ ہے جس پر یہ لوگ اتر آئے ہیں، کہتے ہیں ''یہ پرانے لوگوں کی لکھی ہوئی چیزیں ہیں، جنھیں یہ شخص نقل کراتا ہے اور وہ اسے صبح وشام سنائی جاتی ہیں''۔

(۱۵) آپ سے قریش کے بے ہودہ مطالبات

اسلام مکہ میں رفتہ رفتہ پھیل رہا تھا، قریش حتی الامکان اسلام کے اثرات ختم کرنے کے لئے سرگرم تھے، ایک بار مشورہ کر کے انھوں نے اپنا ایک وفد آپ کی خدمت میں بھیجا، وفد نے جو بات رکھی اس کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ نے حکومت، عورت اور مال کی ہماری پیشکش ٹھکرا دی ہے، آپ کو بخوبی علم ہے کہ ہم تنگ دست ہیں، ہمارا علاقہ تنگ ہے، ہم خستہ حال ہیں، ہمارے پاس مال بھی کم ہے، آپ اپنے رب سے یہ دعا کیجئے کہ وہ ان پہاڑوں کو یہاں سے ہٹا دے جنہوں نے ہم کو تنگ کر دیا ہے، اور ہمارے علاقہ کو وسیع تر کر دے اور اس میں دریا اور چشمے رواں کر دے جیسے کہ شام وعراق میں نہریں رواں ہیں...... وغیرہ وغیرہ، انہوں نے مزید کہا کہ آپ اپنے رب سے ایک فرشتہ کا اپنے

toobaa-elibrary.blogspot.com

لئے مطالبہ کیجئے جو ہمہ وقت آپ کے ہمراہ رہے، آپ کی باتوں کی تصدیق کرے، نیز آپ اپنے رب سے یہ بھی دعا کیجئے کہ وہ آپ کے لئے باغات ومحلات اور سونے چاندی کے خزانے عطا کرے، اگر آپ اپنے دعویٰ میں سچے ہیں تو ایسا کر دکھایئے، تا کہ ہم بھی آپ کو نبی سمجھیں، ورنہ بحالتِ موجودہ تو آپ بالکل ہماری ہی طرح چلتے پھرتے کھاتے پیتے، بازاروں میں آتے جاتے، معاش کے لئے محنت وکوشش کرتے ہیں، جب کہ نبی کو تو بالکل ایسے کام نہ کرنے چاہئیں۔ کفار کے ان جیسے بے ہودہ مطالبات وخیالات کا قرآن میں ذکر کیا گیا ہے۔

﴿ولو أن قرآنا سيرت به الجبال أو قطعت به الأرض أو كلّم به الموتىٰ بل لله الأمر جميعاً﴾ (الرعد:۳۱) اور اگر کوئی قرآن ایسا اتار دیا جاتا جس کے زور سے پہاڑ چلنے لگتے یا زمیں شق ہو جاتی یا مردے بولنے لگتے (جب بھی یہ کافر ایمان نہ لاتے، اور اس طرح کی نشانیاں دکھا دینا کچھ مشکل نہیں ہے) بلکہ سارا اختیار ہی اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

اس آیت میں واضح فرما دیا گیا ہے کہ نشانیاں نہ دکھانے کا اصل سبب یہ نہیں ہے کہ اللہ کو اس پر قدرت نہیں ہے بلکہ اصل سبب یہ ہے کہ ان طریقوں سے کام لینا مصلحتِ خداوندی کے خلاف ہے، اس لئے کہ اصل مطلوب ہدایت ہے، اور ہدایت لوگوں کی فکر وبصیرت کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی۔

﴿وقالوا لن نؤمن لك حتى تفجر لنا من الأرض ينبوعا أو تكون لك جنة من نخيل وعنب فتفجّر الأنهار خلالها تفجيراً أو تسقط السماء كما زعمت علينا كسفا أو تأتي بالله والملائكة قبيلا أو يكون لك بيت من زخرف﴾ (بنی اسرائیل:۹۰،۹۳) انہوں نے کہا: ہم تمہاری

بات نہیں مانیں گے جب تک کہ تم ہمارے لئے زمین کو پھاڑ کر ایک چشمہ جاری نہ کر دو یا تمہارے لئے کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ پیدا ہو اور تم اس میں نہریں رواں کر دو، یا تم آسمان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہمارے اوپر گرا دو جیسا کہ تمہارا دعوئی ہے یا تم خدا کو اور فرشتوں کو رُو در رُو ہمارے سامنے لے آؤ یا تمہارے لئے سونے کا ایک گھر بن جائے۔

سورۂ فرقان میں فرمایا گیا ﴿وقالوا ما لهذا الرسول يأكل الطعام ويمشي فى الأسواق لو لا أنزل إليه ملك فيكون معه نذيرا أو يلقىٰ إليه كنز أو تكون له جنة يأكل منها وقال الظالمون إن تتبعون إلّا رجلا مسحورا انظر كيف ضربوا لك الأمثال فضلّوا فلا يستطيعون سبيلا تبارك الذى إن شاء جعل لك خيرا من ذلك جنات تجري من تحتها الأنهار ويجعل لك قصوراً﴾ (الفرقان:۷،۱۰) وہ لوگ کہتے ہیں: یہ کیا رسول ہے جو کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے، کیوں نہ اس کے پاس کوئی فرشتہ بھیجا گیا جو اس کے ساتھ رہتا اور نہ ماننے والوں کو ڈراتا، یا اور کچھ نہیں تو اس کے لئے کوئی خزانہ ہی اتار دیا جاتا یا اس کے پاس کوئی باغ ہی ہوتا جس سے وہ روزی حاصل کرتا، اور یہ ظالم کہتے ہیں "تم لوگ تو بس ایک سحر زدہ آدمی کی پیروی کر رہے ہو" دیکھئے! کیسی کیسی حجتیں یہ لوگ آپؐ کے آگے پیش کر رہے ہیں، ایسے بھکے ہیں کہ وہ راہ نہیں پا سکتے، وہ ذات بڑی عالی شان ہے کہ اگر چاہے تو ان کی تجویز کردہ چیزوں سے بھی زیادہ بڑھ چڑھ کر آپ کو دیدے، بہت سے باغات دیدے جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں اور آپ کو بہت سے محل دیدے، (لیکن ایسا حکمۃً نہیں ہوا) آگے چل کر واضح کر دیا گیا ہے: ﴿وما أرسلنا قبلك من المرسلين إلّا إنهم ليأكلون الطعام ويمشون فى الأسواق وجعلنا بعضكم لبعض فتنة أتصبرون وكان

toobaa-elibrary.blogspot.com

ربك بصيرا﴾ (الفرقان:۲۰) اے نبی: ہم نے آپ سے پہلے جو رسول بھی بھیجے وہ سب بھی کھانا کھانے والے اور بازاروں میں چلنے والے لوگ ہی تھے، دراصل ہم نے تم لوگوں کو ایک دوسرے کے لئے آزمائش کا ذریعہ بنادیا ہے، کیا تم صبر کرتے ہو؟ تمہارا رب سب کچھ دیکھتا ہے۔

(۱۶) عبداللہ بن ابی امیہ بن مغیرہ کی بے ہودہ گوئی

اوپر جس وفدِ کفار کا ذکر آیا ہے اس میں عبداللہ بن ابی امیہ بن مغیرہ نامی کافر بھی شامل تھا، اس نے آپؐ سے آخر میں کہا کہ لوگوں نے تم سے جو پیشکش کی وہ تم نے رد کردی، ابھی کچھ مطالبات رکھے تاکہ اللہ کی بارگاہ میں تمہارا مقام معلوم ہوجائے اور پھر لوگ تمہاری پیروی کرنے لگیں مگر تم نے وہ بھی پورے نہ کئے، یہ بات بھی رکھی گئی کہ تم اپنے لئے باغات وخزانے وغیرہ اللہ سے مانگو تاکہ اسی سے تمہارا عنداللہ مرتبہ جانا جاسکے، تم اس کے لئے بھی آمادہ نہیں ہو، تم سے یہ بھی کہا گیا کہ جس عذاب سے تم ڈراتے ہو وہی جلدی سے جلدی لاکر دکھادو مگر تم سے یہ بھی نہ ہوا تو اب بخدا میں تم پر ایمان نہیں لاسکتا، ہاں اگر تم آسمان میں سیڑھی لگا کر میرے سامنے چڑھ جاؤ پھر وہاں سے چار فرشتوں کے ہمراہ آؤ جو تمہاری تصدیق کریں تب کچھ امکان ہے کہ میں تم پر ایمان لے آؤ، بلکہ بخدا! اگر تم ایسا کر دکھاؤ تب بھی میں نہیں سمجھتا کہ میں تم پر ایمان لاؤں گا۔ اس واقعہ کا اشارۃً ذکر قرآن میں عمومی انداز میں فرمایا گیا ہے۔ ﴿أو ترقى فى السماء ولن نؤمن لرقيك حتى تنزل علينا كتابا نقرؤه، قل سبحان ربى هل كنت إلا بشرا رسولا﴾ (بنی اسرائیل:۹۳) (ہم تم پر ایمان نہ لائیں گے یہاں تک کہ) تم آسمان میں چڑھ جاؤ، اور تمہارے چڑھنے کا ہم یقین بھی نہ کریں گے جب تک

کہ تم ہمارے اوپر ایک ایسی تحریر نہ اتار لاؤ جسے ہم پڑھیں، اے نبی: آپ فرمادیجئے! پاک ہے میرا پروردگار! کیا میں ایک پیغام لانے والے انسان کے سوا اور بھی کچھ ہوں؟ واضح کردیا گیا ہے کہ میں نے خدائی اور قدرتِ مطلقہ کا دعویٰ نہیں کیا ہے بلکہ میں اللہ کا فرستادہ انسان ہوں، مجھ سے خدائی مطالبات کرنے کا آخر تمہیں کیا جواز ہوسکتا ہے؟

(۱۷) طعنہ اور عیب دینے والے گمراہ

عام کافروں کا یہ معمول تھا کہ آپ کو رُودررُو آمنے سامنے بھی طعنہ دیا کرتے تھے، اور پس پشت بھی عیب جوئی اور عیب گیری کیا کرتے تھے، خصوصاً امیہ بن خلف نامی کافر اس معاملہ میں پیش پیش تھا، قرآن کریم میں ایک مستقل سورت ''سورۃ الہمزۃ'' نازل کی گئی جس میں کافروں کی تین باتوں کی سخت مذمت کی گئی ہے اور ان پر ہونے والے عذاب شدید کو بیان کیا گیا ہے، دراصل یہ اس وقت کے جاہلی سماج میں رائج اخلاقی برائیاں تھیں، فرمایا گیا۔ ﴿ويل لكل همزة لمزة الذى جمع مالا وعدده يحسب أن ماله أخلده كلاّ لينبذنّ فى الحطمة﴾ بڑی خرابی ہے ہر ایسے شخص کے لئے جو پس پشت عیب نکالنے والا اور رُودررُو طعنہ دینے والا ہو جو مال جمع کرتا ہو اور اس کو بار بار گنتا ہو، وہ سمجھتا ہے کہ اس کا مال اس کے پاس سدا رہے گا، ہرگز نہیں: عنقریب وہ توڑ پھوڑ اور چکنا چور کرنے والی آگ (جہنم) میں پھینک دیا جائے گا۔

(۱۸) اللہ کو برا بھلا کہنا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عم محترم ''ابوطالب'' گو مسلمان نہ ہوئے تھے مگر آپؐ کی محبت اُن کے رگ وپے میں اتنی سرایت کرچکی تھی کہ آپ کے دشمنوں کے سامنے ہمہ وقت سینہ سپر رہا کرتے تھے، ان کے مرض الوفات میں سردارانِ قریش کا ایک وفد ابو

toobaa-elibrary.blogspot.com

جہل، ابوسفیان، عمرو بن عاص وغیرہ سر برآوردہ لوگوں پر مشتمل ان کے پاس آیا اور کہا'' ابوطالب! آپ ہمارے بڑے اور سردار ہیں، آپ کو معلوم ہے کہ آپ کے بھتیجے نے ہمیں اور ہمارے معبودوں کو سخت اذیت پہونچا رکھی ہے، ہم نے اب تک آپ کی وجہ سے صبر کیا، مگر اب ہم صبر نہ کریں گے، یا تو آپ ان کو منع کر دیں ورنہ پھر ہم نمٹ لیں گے، یہ سن کر ابوطالب نے آپؐ کو بلا بھیجا اور کہا: بھتیجے! تمہاری قوم کا وفد میرے پاس آیا تھا، اس نے ایسی ایسی باتیں کہی ہیں، تم ذرا میری جان کا بھی خیال کرو اور اپنی جان کا بھی، مجھ پر اتنا بوجھ نہ ڈالو جو میں سہار نہ سکوں، آپؐ نے اپنے چچا کو اپنے معاملہ میں کچھ متردد دیکھا تو بڑے جوش وعزم سے فرمایا۔

'' چچا! بخدا اگر وہ میرے داہنے ہاتھ میں سورج اور بائیں ہاتھ میں چاند رکھ دیں اور یہ چاہیں کہ میں اس کام کو چھوڑ دوں، تب بھی میں اس سے باز نہ آؤں گا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کو غالب کر دے یا میں اس راہ میں ختم ہو جاؤں''۔ یہ سن کر ابوطالب کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں، وہ کہہ پڑے! برادر زادے! بخدا میں تمہیں کبھی بھی کسی بھی وجہ سے نہیں چھوڑ سکتا، تم جو چاہو کرو، (۱) پھر یہ اشعار پڑھے۔ ؎

والله لن يصلوا إليك بجمعهم   حتى أوسد فى التراب دفينا

فاصدع بأمرك ما عليك غضاضة   وأبشر وقرّ بذاك منك عيونا (۲)

خدا کی قسم! وہ لوگ تمہارے پاس اپنی جماعت کے ساتھ ہرگز نہیں پہونچ سکتے یہاں تک کہ میں مٹی میں دفن کر دیا جاؤں، تم اپنی بات برملا کہو، تم پر کوئی ملامت نہیں، تم شاداں وفرحاں ہو جاؤ، اور تمہاری آنکھیں اس سے ٹھنڈی ہو جائیں۔

مفسر ابن جریر کی روایت کے مطابق آپؐ سے ابوطالب کی مذکورہ بالا گفتگو اسی وفد

۱ سیرت ابن ہشام (مختصراً) ج/۱ ص ۲۶۵، ۲۶۶۔ ۲ مختصر السیرۃ شیخ محمد بن عبدالوہاب ص ۶۸۔

کے سامنے ہوئی تھی، اور آپؐ کے پُرعزم اعلان کے بعد وفد کے تمام افراد آپ پر برسنے لگے اور کہنے لگے کہ اگر آپ ہمارے معبودوں کو برا کہنے سے باز نہ آئیں گے تو ہم بھی آپ کو اور آپ کے خدا کو گالیاں دیں گے، (۱) مؤرخ ابن اسحاق نے ابوجہل بن ہشام کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ'' اے محمد! بخدا اگر تم ہمارے معبودوں کو برا کہنا نہ چھوڑو گے تو ہم تمہارے اس خدا کو گالیاں دیں گے جس کی تم عبادت کرتے ہو''۔

اس واقعہ کے بعد قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی ﴿ ولا تسبّوا الذين يدعون من دون الله فيسبّوا الله عدوا بغير علم الخ ﴾ (الانعام:۱۰۸) اور تم لوگ ان معبودانِ باطلہ کو دشنام مت دو جن کی یہ مشرک لوگ خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں، کیونکہ (تمہارے ایسا کرنے سے) پھر وہ براہِ جہل حد سے گذر کر اللہ کی شان میں گستاخی کریں گے۔

آیت میں صحابہ کو براہ راست خطاب ہے، آپ کی زبانِ حق ترجمان سے تو ابتداء عمر سے اخیر تک کسی کے لئے کوئی سخت جملہ بھی نہ نکلا، ہاں بعض صحابۂ کرام کی زبان سے کبھی بتوں کے بارے میں سخت کلمات ممکن ہے کہ نکل گئے ہوں اور انھیں کو کافروں نے گالی اور برا کہنے سے تعبیر کیا ہو، آیت میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے اور مسلمانوں کو معبودانِ باطلہ کے بارے میں سب وشتم سے منع کر دیا گیا، باقی رہا قرآن میں بتوں کو سخت الفاظ سے ذکر کرنے کا مسئلہ تو وہاں اصلاً دل آزاری مقصود نہیں ہے بلکہ وہ ایضاحِ حقیقت کے لئے ہے، آیت سے یہ اصولی بات بھی سامنے آئی کہ جو طاعت درجۂ واجب میں نہ ہو اور وہ کسی گناہ کا سبب بن رہی ہو تو اسے چھوڑ دیا جائے گا، بتوں کو برا کہنے سے کافر اللہ کو گالی دیں گے، تو بتوں کو برا کہنا جو فی نفسہ مباح ہے ایک معصیت یعنی اللہ کو گالی دینے کا سبب

۱ تفسیر طبری سورۃ انعام۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

بن رہا ہے اس لئے اسے ترک کیا جائے گا، علمائے کرام نے اس سے سدِ ذرائع کا اصول اخذ کیا ہے کہ گناہ کا سبب بننا بھی گناہ ہے اور اس سے اجتناب لازم ہے، ہاں جو کام مقاصد اسلامیہ اور واجباتِ لازمہ میں سے ہوں تو ان کو تو نہیں چھوڑا جا سکتا۔ (۱) ـــ

(۱۹) قرآن کسی بڑے آدمی پر نازل کیوں نہ ہوا؟

مشرکین مکہ اصلاً آپ کی رسالت ہی تسلیم کرنے پر آمادہ نہ تھے، اس کا ذکر قرآن میں بار بار آیا ہے، پھر جب قرآن کی متعدد آیات سے تمام انبیاء کی بشریت ثابت کر دی گئی تو اب کفار نے انداز بدل کر یہ کہنا شروع کیا کہ اگر ہم میں کسی انسان ہی کو نبوت ملنی تھی تو آپؐ جیسے بے حیثیت اور مالی لحاظ سے پسماندہ کو نبوت کیوں ملی؟ یہ نبوت مکہ اور طائف کے کسی بڑے مالدار، باحیثیت، سربرآوردہ اور صاحبِ منصب کو کیوں نہ دی گئی؟ انھوں نے یہ بھی کہا کہ کیا مکہ میں ولید بن مغیرہ، عتبہ بن ربیعہ اور طائف میں عروہ بن مسعود، کنانہ بن عبد عمرو، ابن عبد یالیل، حبیب بن عمرو جیسے نامی گرامی سردار موجود نہ تھے کہ انہیں نبوت دی جاتی؟

یہ کفار کی ایک حد درجہ جاہلانہ اور آخری حد تک غیر معقول بات تھی، فرعون نے بھی حضرت موسیٰ کے بارے میں کہا تھا کہ میں زمین کا بادشاہ ہوں، آسمان کا بادشاہ اگر میرے پاس کوئی قاصد بھیجتا تو اسے کنگن پہنا کر فرشتوں کی ایک فوج کے جلو میں بھیجتا، یہ فقیر موسیٰ کہاں سے آ گیا؟ اس کے پاس نہ مال ہے اور نہ اقتدار، یہ نبی اور خدا کا پیغامبر کیسے ہو سکتا ہے؟

۱۔ یہ ایک تفصیلی اصولی بحث ہے، کتب تفسیر وفقہ میں اس کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے، مثال کے طور پر عربی میں تفسیر قرطبی، ابن العربی کی احکام القرآن، تفسیر ابن کثیر اور اردو میں بیان القرآن اور تفسیر ماجدی میں اختصار کے ساتھ اور معارف القرآن میں تفصیل کے ساتھ اس کا ذکر آ گیا ہے۔

یہی بات کافروں نے آپ کی شان میں کہی، ابن اسحاق کے بیان کے مطابق ولید بن مغیرہ نے خود کہا تھا ''کیا قرآن محمد پر اتر سکتا ہے اور مجھ جیسے سردارِ قریش کو یونہی چھوڑا جا سکتا ہے؟ اور ثقیف کے سردار ابو مسعود عمرو بن عمیر ثقفی کو چھوڑا جا سکتا ہے؟ جب کہ ہم دونوں مکہ اور طائف کے سردار و سربرآوردہ ہیں۔

قرآن اس کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتا ہے ﴿وقالوا لولا نزّل هذا القرآن علىٰ رجل من القريتين عظيم أهم يقسمون رحمة ربك نحن قسمنا بينهم معيشتهم فى الحياة الدنيا ورفعنا بعضهم فوق بعض درجات ليتخذ بعضهم بعضاً سخريا ورحمة ربّك خير ممّا يجمعون﴾ (الزخرف:۳۱،۳۲) کافر کہتے ہیں: یہ قرآن دونوں شہروں (مکہ وطائف) کے بڑے آدمیوں میں سے کسی پر کیوں نہ نازل کیا گیا؟ کیا یہ لوگ آپؐ کے رب کی رحمت تقسیم کرتے ہیں؟ دنیا کی زندگی میں اِن کی گذر بسر کے ذرائع تو ہم نے اِن کے درمیان تقسیم کئے ہیں، اور اِن میں سے کچھ لوگوں کو کچھ دوسرے لوگوں پر ہم نے بدرجہا فوقیت دی ہے تا کہ یہ ایک دوسرے سے خدمت لیں، اور آپ کے رب کی رحمت (خاصہ یعنی نبوّت) بدرجہا اس (دنیوی مال ومتاع اور جاہ ومنصب) سے بہتر ہے جس کو یہ لوگ سمیٹے پھرتے ہیں۔

(۲۰) ابی بن خلف اور عقبہ بن ابی معیط

عقبہ ابن ابی معیط مشرکین مکہ کا اہم ترین سردار تھا، اپنے معمول کے مطابق اپنے سفر سے واپسی پر وہ معززین مکہ کو کھانے کی دعوت دیا کرتا تھا، ایک بار اس نے آپ کو بھی مدعو کیا، کھانا دستر خوان پر چنا گیا تو آپؐ نے فرمایا کہ میں اس وقت تک تمہارا کھانا نہیں

toobaa-elibrary.blogspot.com

کھا سکتا جب تک کہ تم اللہ کی وحدانیت کی شہادت نہ دیدو، عقبہ نے کلمۂ شہادت پڑھ لیا پھر آپؐ نے کھانا تناول فرمایا، مشرکوں کا دوسرا سردار ابی بن خلف عقبہ کا گہرا دوست تھا، جب اسے یہ اطلاع ملی کہ عقبہ کلمۂ شہادت پڑھ چکا ہے تو اسے اپنے دوست پر بے حد غصہ آیا، عقبہ نے کہا: کہ میں نے آپؐ کی دل جوئی کے لئے یہ کلمہ پڑھا تھا، میں مسلمان نہیں ہوا ہوں، اگر میں ایسا نہ کرتا تو وہ میرے گھر سے بلا کھانا کھائے چلے جاتے، اس میں میری بڑی بے عزتی ہوتی، ابی نے کہا: مجھے تمہاری کوئی بات منظور نہیں ہے، میں اس وقت تک تم سے تعلقات منقطع رکھوں گا جب تک تم محمدؐ کے چہرے پر جا کر تھوک نہ دو، عقبہ ملعون نے یہ حرکت کی، آپؐ کے منہ پر تھوک دیا، آپ نے پیغمبرانہ تحمل سے کام لیا، پھر انجام کار یہ دونوں سردار غزوۂ بدر میں قتل ہوئے، (۱) قرآن کریم میں آخرت میں ان کی صورت حال کا ذکر کیا گیا ہے ﴿ویوم یعض الظالم علىٰ یدیه یقول یا لیتنی اتخذت مع الرسول سبیلا یا ویلتیٰ لیتنی لم اتّخذ فلانا خلیلا لقد أضلّنی عن الذکر بعد إذ جاء نی وکان الشیطان للإنسان خذولا﴾ (الفرقان: ۲۷،۲۹) اور وہ دن بڑا سخت ہوگا جب ظالم اپنے ہاتھ چبائے گا اور کہے گا! کاش میں رسول کے ساتھ (دین کی) راہ پر لگ لیتا، ہائے میری شامت کیا ہی اچھا ہوتا کہ میں فلاں شخص کو دوست نہ بناتا، اس نے مجھ کو نصیحت آئے پیچھے اس سے بہکا دیا اور شیطان تو انسان کے حق میں بڑا بے وفا ہوتا ہی ہے۔

عاص بن وائل یا ابی بن خلف آپؐ کے پاس ایک بوسیدہ ہڈی لے کر آیا، اسے اپنے ہاتھ سے ریزہ ریزہ کیا، پھر کہا: اے محمد! کیا تمہارا دعویٰ ہے کہ اللہ اس ہڈی کو زندہ کرے گا، آپؐ نے فرمایا: ہاں اللہ تم کو موت دے گا، پھر زندہ کرے گا پھر جہنم میں جھونک دے گا، اس

۱؎ سیرت ابن ہشام ج/۱ص ۳۸۷ ملخصاً وتفسیر مظہری وقرطبی سورۃ الفرقان

واقعہ کا ذکر سورۂ یٰسٓ میں آیا ہے ﴿وضرب لنا مثلاً ونسی خلقه قال من یحي العظام وهی رمیم قل یحییها الذی أنشأها أول مرة وهو بکل خلق علیم﴾ (یٰسٓ: ۷۸،۷۹) وہ ہم پر مثالیں چسپاں کرتا ہے اور اپنی اصل بھول جاتا ہے، کہتا ہے کون ان بوسیدہ ہو چکی ہڈیوں کو زندہ کرے گا، آپ فرما دیجئے، انہیں وہی زندہ کرے گا جس نے پہلے انہیں پیدا کیا تھا، اور وہ ہر طرح کی تخلیق جانتا ہے۔(۱)

یہاں یہ ملحوظ رہنا چاہئے کہ یہ آیات گو خاص واقعات کے پس منظر میں نازل ہوئی ہیں، مگر ان کا حکم عام ہے، اور ہر اس کافر پر چسپاں ہیں جو دوسروں کے بہکاوے میں آکر ایسی حرکت کریں، اور جو بعث بعد الموت کا انکار کریں۔

(۲۱) دشمنِ خدا ابو جہل

اسلام دشمنی میں ابو جہل کو مرکزی کردار حاصل ہے، یہ کافروں کا سب سے بڑا سردار تھا، آپؐ نے حرم کعبہ میں نماز ادا کرنی شروع کی تو ابو جہل ہی سب سے بڑا مزاحم بن کر سامنے آیا، آپ کو دھمکایا اور منع کیا، دوبارہ پھر عبادت کرتا ہوا دیکھا تو کہا: کیا میں نے تم کو منع نہیں کر دیا تھا؟ پھر اور دھمکیاں دینے لگا، اس کے جواب میں آپؐ نے اسے سختی سے ڈانٹ دیا، ابو جہل نے کہا: تم مجھے کس لئے ڈراتے ہو؟ بخدا: مکہ کی وادی میں سب سے زیادہ حمایتی میرے ہی ہیں۔ (۲)

حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ ابو جہل نے یہ دھمکی بھی دی تھی کہ آئندہ نماز پڑھتا ہوا دیکھوں گا تو گردن کو پاؤں سے کچل دوں گا اور منہ زمین میں رگڑ دوں گا، پھر اس نے جب دوبارہ آپ کو نماز پڑھتا ہوا دیکھا تو آپ کی گردن کو کچلنے کے لئے آگے بڑھا مگر

۱؎ سیرت ابن ہشام: ج/۱ص: ۳۶۱، ۳۶۲ ملخصاً وتفسیر ابن کثیر سورۂ یٰسٓ۔

۲؎ فی ظلال القرآن: سید قطب شہید، سورۂ علق، بحوالہ مسند احمد وترمذی وطبرانی

toobaa-elibrary.blogspot.com

اچانک پیچھے ہٹنے اور اپنے کو کسی نامعلوم چیز سے بچانے لگا، لوگوں نے پوچھا! کیا بات ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ میرے اور محمد کے درمیان آگ کی خندق اور ہولناک چیزیں ہیں، اور کچھ پَر ہیں، آپؐ نے بعد میں فرمایا! اگر وہ میرے پاس آتا تو فرشتے اس کے چیتھڑے اڑا دیتے۔(۱)

ابن اسحاق کی روایت کے مطابق ابوجہل نے یہ معاہدہ بھی کیا تھا کہ میں محمد کو ایسا وزنی پتھر پھینک کر ماروں گا کہ اس کا سر چور چور ہو جائے گا۔ ابوجہل کی ان سب معاندانہ اور دشمنانہ سرگرمیوں کا بیان قرآن نے بہت صاف اور صریح لفظوں میں فرمادیا ہے ﴿أرأيت الذى ينهىٰ عبداً إذا صلىّ أرأيت إن كان علىٰ الهدىٰ أو أمر بالتقوىٰ أرأيت إن كذب وتولىّ ألم يعلم بأن الله يرىٰ كلّا لئن لم ينته لنسفعاً بالناصية ناصية كاذبة خاطئة فليدع ناديه سندع الزبانية كلا لا تطعه واسجد واقترب﴾ (العلق:۹۔۱۹) تم نے دیکھا اس شخص کو جو ایک بندے کو منع کرتا ہے جب کہ وہ نماز پڑھتا ہو، تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر وہ بندہ راہ راست پر ہو یا پرہیزگاری کی تلقین کرتا ہو؟ تمہارا کیا خیال ہے اگر (یہ منع کرنے والا) حق کو جھٹلاتا اور منہ موڑتا ہو؟ کیا وہ نہیں جانتا کہ اللہ دیکھ رہا ہے؟ ہرگز نہیں، اگر وہ باز نہ آیا تو ہم اس کی پیشانی کے بال پکڑ کر اسے کھینچیں گے، اس پیشانی کو جو جھوٹی اور سخت خطاکار ہے، وہ اپنے حامیوں کی ٹولی کو بلالے، ہم بھی عذاب کے فرشتوں کو بلالیں گے، ہرگز نہیں آپ اس کی بات نہ مانئے اور سجدہ کیجئے اور اللہ کا قرب حاصل کیجئے۔

(۲۲) ابولہب

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے علانیہ اجازت دعوت کے بعد جب کوہ صفا پر چڑھ

۱؎ صحیح مسلم وسنن نسائی

کر اپنی قوم کو دعوتِ اسلام دی اور خدا کے عذاب سے ڈرایا اور فرمایا کہ ﴿إنی نذير لكم بين يدى عذاب شديد﴾ میں تمہیں ایک سخت عذاب کی آمد سے پہلے متنبہ کرنے والا ہوں، اس پر ابولہب نے (جو آپ کا چچا بھی تھا کہا ﴿تبّاً لك ألهذا جمعتنا﴾ تمہارا ستیاناس ہو کیا تو نے ہمیں اسی لئے جمع کیا تھا، ایک روایت یہ بھی ہے کہ اس نے آپ کو مارنے کے لئے پتھر بھی اٹھایا، (۱) قرآن میں اس پر تبصرہ کیا گیا ﴿تبت يدا أبى لهب وتب ما أغنىٰ عنه ماله وما كسب سيصلىٰ نارا ذات لهب﴾ (اللہب:۱۔۳) ابولہب کے ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ برباد ہو جائے، نہ اس کا مال اس کے کام آیا اور نہ اس کی کمائی، عنقریب وہ ایک شعلہ زن آگ میں داخل ہوگا۔

(۲۳) لکڑیاں لادنے والی بدبخت

ابولہب کی بیوی ام جمیل بیحد فسادی اور بدزبان تھی، فتنے کی آگ مشتعل کرتی تھی، وہ جنگل سے لکڑیاں چن کر رات کو آپؐ کے راستے میں اور دروازے پر ڈال دیا کرتی تھی، قرآن میں اس کو ﴿حمالة الحطب﴾ (لکڑیاں لاد کر لانے والی) کا لقب دیا گیا، اسے جب یہ معلوم ہوا تو وہ آپ کی تلاش میں نکلی، آپ مسجد حرام میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہمراہ تشریف فرما تھے، اس نے اپنے ہاتھ میں آپ کو مارنے کے لئے پتھر بھی لئے تھے، مگر اللہ کی مشیت کہ وہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ ہی نہ سکی، اللہ نے اس کی نگاہ پکڑ لی، وہ صرف حضرت صدیق اکبرؓ کو دیکھ رہی تھی، اس نے آپ کی شان میں ہجویہ شعر بھی پڑھا، پھر واپس چلی گئی، اس کا شعر یہ تھا ﴿مذمّماً عصينا...... وأمره أبينا...... ودِينَه قَلَينا﴾ (۲) ہم نے مذمم کی (مشرکین آپ کو مذمم حسداً کہتے جو

۱؎ تفسیر ابن جریر سورۃ اللھب ۲؎ سیرت ابن ہشام: ج/۱ ص: ۳۳۶،۳۳۵ مختصراً

toobaa-elibrary.blogspot.com

معنی کے لحاظ سے محمد کی ضد ہے یعنی وہ شخص جس کی مذمت کی جائے) نافرمانی کی اور اس کے حکم کو نہ مانا اور اس کے دین کو نفرت سے چھوڑ دیا۔ قرآن میں ام جمیل کا ذکر سورۂ لہب ہی میں ہے ﴿وامرأته حمّالة الحطب فی جیدها حبل من مسد﴾ (آیت: ۴،۵) اور اس کی بیوی بھی (شعلہ زن آگ میں داخل ہوگی) جو لکڑیاں (خاردار) لاد کر لاتی ہے، (اور دوزخ میں) اس کے گلے میں خوب بٹی ہوئی رسّی ہوگی۔

(۲۴) مجرم وکافر کی غذا

جب قرآن کریم میں اللہ جل جلالہ نے کافر مجرموں کو بطور سزا کے جہنم میں زقوم کھلانے کا ذکر فرمایا تو اس پر ابو جہل نے کہا: اے قریش کے لوگو! تمہارا دوست محمد کہتا ہے کہ آگ میں درخت ہے جب کہ آگ تو درخت کو کھا جاتی ہے، بخدا! ہمیں یہ معلوم ہے کہ زقوم کھجور اور مکھن کا نام ہے، آؤ، کھجور اور مکھن کھاؤ۔ (۱)

واقعہ یہ ہے کہ زقوم ایک بیحد تلخ ذائقہ، ناگوار بو والا درخت ہوتا ہے جو ہمارے علاقوں کے ''تھوہر'' جیسا ہوتا ہے، اس کا رس اگر جسم کو لگ جائے تو ورم ہوتا ہے، یہ اہل جہنم کو غذاء دیا جائے گا، مگر بربری زبان میں زقوم کھجور اور مکھن کے لئے بولا جاتا تھا، چنانچہ ابو جہل نے استہزاءً وانکاراً زقوم کا یہ مطلب مراد لیا۔

قرآن میں اس درخت کی حقیقت بتا دی گئی اور فرمایا گیا ﴿إن شجرة الزقوم طعام الأثیم کالمهل یغلی فی البطون کغلي الحمیم خذوه فاعتلوه إلیٰ سواء الجحیم ثم صبّوا فوق رأسه من عذاب الحمیم ذق إنك أنت العزیز الکریم إنّ هذا ما کنتم به تمترون﴾ (الدخان: ۴۳۔۵۰) بے شک زقوم کا درخت بڑے مجرم کا کھانا ہوگا جو تیل کی تلچھٹ جیسا ہوگا، پیٹ میں وہ اس طرح

۱؎ درمنثور: ج۵/ص: ۷۷،۲ مختصراً

جوش کھائے گا جیسے کھولتا ہوا پانی جوش کھاتا ہے، (فرشتوں کو حکم ہوگا کہ) اس کو پکڑو اور رگیدتے ہوئے دوزخ کے بیچوں بیچ تک لے جاؤ پھر اس کے سر پر کھولتے ہوئے پانی کا عذاب انڈیل دو، (اس مجرم سے کہا جائے گا) چکھ مزا، تو بڑا معزز ومکرم ہے۔ یہ وہی چیز ہے جس میں تم لوگ شک کیا کرتے تھے۔

سورۂ صافات میں فرمایا گیا ﴿إنا جعلناها فتنة للظالمین إنها شجرة تخرج فی أصل الجحیم طلعها کأنه رؤوس الشیاطین﴾ (۶۳۔۶۵) ہم نے اس درخت کو ظالموں کے لئے موجبِ امتحان بنایا ہے، وہ ایک درخت ہے جو قعرِ دوزخ میں سے نکلتا ہے، اس کے پھل ایسے ہیں جیسے سانپ کے پھن۔

(۲۵) مجھے مال ودولت اور عوض وبدل کی آرزو نہیں ہے

بارہا کافروں نے آپؐ سے مختلف انداز سے پیشکش کی، مفاہمت اور سمجھوتہ کرنا چاہا، دولت وثروت کے سبز باغ دکھائے، اقتدار وحکومت کی لالچ دی، شرف وعزت کی راہ سجھائی، تحریصات وترغیبات کے متنوع دام پھینکے، مگر ہر مرحلہ پر اللہ کے اِس رسول برحق نے ایک ہی جواب دیا کہ مجھے مال ودولت، شرف وعزت اور اقتدار وحکومت کی ذرا بھی آرزو نہیں ہے، میں صلہ کی پرواسے بے گانہ ہوں، مجھے اللہ نے تمہارے پاس رسول بنا کر بھیجا ہے، اگر میری تعلیمات کو تم قبول کروگے اور سرِ تسلیم خم کروگے تو تم دنیا وآخرت کی کامرانیوں سے بہرہ مند ہوگے۔ قرآن میں اس مضمون کو جابجا بیان کیا گیا ہے۔

﴿قل ما سألتکم من أجر فهو لکم إن أجری إلاّ علیٰ الله وهو علیٰ کل شیئ شهید﴾ (السبا: ۴۷) آپ فرما دیجئے! اگر میں نے تم سے کوئی اجر مانگا ہے تو وہ تم ہی کو مبارک رہے، میرا اجر تو اللہ کے ذمہ ہے، اور وہ ہر چیز پر گواہ ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

﴿قل لا أسألكم عليه أجرا إن هو الّا ذكر للعالمين﴾ (الانعام:۹۰) آپ کہہ دیجئے! میں تم سے اس پر کوئی معاوضہ نہیں مانگتا، یہ تو بس ایک نصیحت ہے جہان والوں کے لئے۔

﴿قل ما أسألكم عليه من أجر إلّا من شاء أن يتخذ إلىٰ ربه سبيلا﴾ (الفرقان:۵۷) آپ فرمادیجئے! میں اس کام پر تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا، میری اجرت بس یہی ہے کہ جس کا جی چاہے وہ اپنے رب کی راہ اختیار کرے۔

﴿وما أكثر الناس ولو حرصت بمؤمنين وما تسألهم عليه من أجر إن هو إلّا ذكر للعالمين﴾ (یوسف:۱۰۳،۱۰۴) اور اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں چاہے آپ کے دل میں کیسی ہی لگی ہو، اور آپ ان سے اس پر کچھ معاوضہ تو مانگتے نہیں، یہ قرآن تو بس دنیا جہان کے لئے ایک نصیحت ہے۔

﴿ أم تسألهم خرجا فخراج ربك خير وهو خير الرازقين﴾ (المؤمنون:۷۲) یا آپ ان سے کچھ آمدنی چاہتے ہیں تو آمدنی تو آپ کے رب کی سب سے بہتر ہے، اور وہ سب دینے والوں سے اچھا ہے۔

﴿قل لا أسألكم عليه أجراً إلّا المودّة فى القربىٰ﴾ (الشوریٰ:۲۳) آپ فرمادیجئے! کہ میں تم سے کچھ مطلب نہیں چاہتا بجز قرابت داری کی محبت کے۔

﴿ أم تسألهم أجراً فهم من مغرم مثقلون﴾ (القلم:۴۶) کیا آپ ان سے کچھ معاوضہ مانگتے ہیں کہ وہ اس تاوان سے دبے جاتے ہیں۔

(۲۶) طبقاتی کبر ونخوت پر ضرب کاری

سردارانِ قریش کو آپ پر یہ اعتراض بھی تھا کہ آپ کے اردگرد رہنے والے اور آپ

کے مصاحب وہم نشیں لوگ قوم کے کمزور و پست طبقہ کے لوگ اور غلام تھے، وہ مسلمانوں کو طعنہ بھی دیا کرتے تھے، ان کی خستہ حالی اور غربت کا مذاق اڑاتے تھے، بلکہ ان کی سابقہ بشری کمزوریوں کو بھی موضوعِ سخن بناتے تھے اور برملا کہتے تھے کہ یہ دین اگر بہتر ہوتا تو بھلا قوم کے اشراف اسے کیوں نہ قبول کرتے اور چند ناتجربہ کار پسماندہ لوگ ہی اسے کیوں قبول کرتے، اس پُر فریب استدلال کا سہارا لے کر وہ عامۃ الناس کو بہکایا کرتے تھے۔ وہ دوسروں کو بے عقل اور خود کو باعقل سمجھ کر یہ کہتے تھے کہ حق کو باعقل پہلے قبول کرتا ہے، ہمارا اسے قبول نہ کرنا اس کے باطل ہونے کی دلیل ہے، اصلاً یہ ان کا کبر تھا، کبر عقل انسانی کو مسخ کر دیتا ہے، متکبر اپنے عمل و عقل کو معیارِ خیر وشر باور کرنے لگتا ہے اور دوسروں کو احمق سمجھتا ہے، رؤسائے مکہ اپنے عدمِ قبول ایمان کو اسی لئے پیغام محمدی کے کذب وبطلان کی برہان سمجھ رہے تھے۔

وہ جن مخلص مسلمانوں کو ذلیل قرار دے رہے تھے ان میں حضرت بلال حبشی، حضرت صہیب رومی، عمار بن یاسر، سالم مولیٰ ابی حذیفۃ، عبد اللہ بن مسعود، مقداد بن عمرو، خباب بن ارت رضی اللہ عنہم وغیرہ جیسے اساطین شامل تھے، امام ابن جریر طبری کی روایت کے مطابق کفار نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں شریک ہو کر باتیں سننے اور غور کرنے کی یہ شرط بھی لگائی تھی کہ ان کمزور مسلمانوں کو مجلس سے باہر کیا جائے، (۱) قرآن کریم میں متعدد آیات میں کفار کی ان بے ہودہ باتوں اور شرطوں کا ذکر ہے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو غرباءِ مسلمین سے ہمہ وقت منسلک رہنے کی تاکید کی گئی ہے، اور طبقاتی کبر ونخوت پر ضرب کاری لگائی گئی ہے۔

فرمایا گیا﴿ ولا تطرد الذين يدعون ربهم بالغداة والعشى يريدون

---

(۱) تفسیر ابن جریر: سورۃ الانعام

toobaa-elibrary.blogspot.com

وجهه ما عليك من حسابهم من شيئ وما من حسابك عليهم من شيئ فتطردهم فتكون من الظالمين وكذلك فتنا بعضهم ببعض ليقولوا أهولاء منّ الله عليهم من بيننا أليس الله بأعلم بالشاكرين﴾ (الانعام: ۵۲،۵۳) اور آپ ان لوگوں کو نہ نکالئے جو اپنے پروردگار کو صبح وشام پکارتے ہیں خاص اسی کی رضا کا قصد کرتے ہوئے، آپ کے ذمہ ان کا حساب ذرا بھی نہیں اور نہ ان کے ذمہ آپ کا ذرا بھی حساب ہے جس سے آپ انہیں نکالنے لگیں اور جس سے آپ کا شمار بے انصافوں میں ہو جائے، اور اسی طرح ہم نے ان میں سے ایک کو دوسرے کے ذریعہ سے آزمائش میں ڈال رکھا ہے جس سے یہ لوگ کہیں گے کہ کیا یہی لوگ ہمارے درمیان میں سے ہیں جن پر اللہ نے اپنا فضل کیا ہے کیا اللہ شکر گذاروں سے خوب واقف نہیں؟

﴿واصبر نفسك مع الذين يدعون ربهم بالغداة والعشى يريدون وجهه ولا تعد عيناك عنهم﴾ (الکہف: ۲۸) اور آپ اپنے دل کو ان لوگوں کی معیت پر مطمئن کر دیجئے جو اپنے رب کی رضا کے طلب گار بن کر صبح وشام اسے پکارتے ہیں اور ان سے ہرگز نگاہ نہ پھیریئے۔ سورۃ الاحقاف میں فرمایا گیا ﴿وقال الذين كفروا للذين آمنوا لو كان خيرا ما سبقونا إليه وإذ لم يهتدوا به فسيقولون هذا إفك قديم﴾ اور یہ کافر ایمان والوں کی نسبت یوں کہتے ہیں کہ اگر یہ قرآن کوئی اچھی چیز ہوتا تو یہ لوگ اس کی طرف ہم سے سبقت نہ کرتے اور جب ان لوگوں کو قرآن سے ہدایت نصیب نہ ہوئی تو یہ کہیں گے کہ یہ قدیمی جھوٹ ہے۔

(۲۷) میں تمہارے معبودوں کا پرستار نہیں

اسود بن عبد المطلب، ولید بن مغیرہ، امیہ بن خلف اور عاص بن وائل نے رسول

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دورانِ طواف ملاقات کی اور اس بات پر مفاہمت کی دعوت دی کہ ایک سال مسلمان بتوں کی پوجا کیا کریں اور ایک سال کافر مسلمانوں کے معبود کی عبادت کریں، (۱) بعض روایات کے بموجب کافروں نے یہ تجویز بھی رکھی کہ آپ صرف ہمارے بتوں کو ہاتھ لگا دیں تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے، اس طرح کی تمام باطل تجویزوں کا بڑے وثوق وصراحت کے ساتھ برملا رد سورۂ کافرون میں کر دیا گیا ہے ﴿قل يا أيها الكافرون لا أعبد ما تعبدون ولا أنتم عابدون ما أعبد ولا أنا عابد ما عبدتم ولا أنتم عابدون ما أعبد لكم دينكم ولى دين﴾ آپ فرما دیجئے! اے کافرو نہ میں تمہارے معبودوں کی پرستش کرتا ہوں اور نہ تم میرے معبود کی پرستش کرتے ہو، اور نہ میں تمہارے معبودوں کی پرستش کروں گا اور نہ تم میرے معبود کی پرستش کرو گے، تم کو تمہارا بدلہ ملے گا، اور مجھ کو میرا بدلہ ملے گا۔

نیز فرمایا گیا ﴿وإن كذّبوك فقل لى عملى ولكم عملكم، أنتم بريؤن مما أعمل وأنا برئ مما تعملون﴾ (یونس: ۴۱) اور اگر وہ آپ کو جھٹلاتے رہیں تو آپ کہہ دیجئے کہ میرا کیا میرے لئے اور تمہارا کیا تمہارے لئے، تم میرے کئے ہوئے سے بری الذمہ ہو اور میں تمہارے کئے ہوئے کا جواب دہ نہیں ہوں۔

(۲۸) قرآن کی زبان فصیح عربی ہے

مکہ میں ابن الحضرمی نامی شخص کا ایک رومی عیسائی غلام تھا جس کا نام ''جبر'' تھا، مروہ کے پاس اس کی دکان تھی، وہ انجیل سے واقف تھا، آپ کی باتیں توجہ سے سنتا تھا، آپ کبھی کبھار اس کے پاس بیٹھ جایا کرتے تھے، اس پر کافروں نے یہ شور کرنا شروع

[1] تفسیر قرطبی: سورۂ کافرون، بروایت ابن اسحاق عن ابن عباسؓ

toobaa-elibrary.blogspot.com

کردیا کہ محمدؐ اس سے سیکھ کر باتیں کرتے ہیں، اور قرآن کا کلام اسی کا بنایا ہوا ہوتا ہے، بعض روایتوں میں ہے کہ یہ ایک شمشیر ساز تھا، (۱) قرآن کریم میں اس کا بیان آیا ہے ﴿ولقد نعلم أنهم يقولون إنما يعلمه بشر لسان الذين يلحدون إليه أعجمي وهذا لسان عربي مبين﴾ (النحل:۱۰۳) ہم خوب جانتے ہیں کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ انھیں تو ایک آدمی سکھاتا ہے، حالانکہ جس شخص کی طرف اس کی ناحق نسبت کرتے ہیں اس کی زبان تو عجمی ہے اور یہ کلام تو فصیح عربی زبان ہے۔

(۲۹) دشمن رسولؐ بے نام ونشان ہے

مکہ کے رؤساء خصوصاً عاص بن وائل سہمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں لوگوں کو دین حق سے برگشتہ کرنے کے لئے یہ بھی کہا کہ محمد کی کوئی نرینہ اولاد نہیں ہے، ان کے بعد کوئی ان کا نام لیوا بھی نہ رہ جائے گا اور یہ دین آپ سے آپ مٹ جائیگا، بلکہ ان بدبختوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت عبد اللہ اور حضرت قاسم کی وفات پر خوشیاں منائی تھیں اور کہا تھا کہ آج محمد کی جڑ کٹ گئی، ان کا کوئی قائم مقام نہ ہوگا، سورۂ کوثر کی ایک آیت میں اسکا جواب دے کر ان دل شکن حالات میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی ہے فرمایا گیا ﴿إن شانئك هو الأبتر﴾ (الکوثر:۳) بے شک آپ کا دشمن بے نام ونشان اور جڑ کٹا ہے۔ یہ ایک پیشین گوئی تھی کہ آپ کے مخالف بے نام ونشان ہو جائیں گے، ان کی جڑ کٹ جائے گی اور آپ کے امتی ہر طرف پھیل جائیں گے اور ان کو غلبہ عطا ہوگا، یہ پیشین گوئی حرف بحرف صادق ہوئی۔

۱: سیرت ابن ہشام والدر المنثور للسیوطی

(۳۰) رسول کا انسان ہونا ہی موزوں ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کو دعوتِ اسلام دی تو ان میں سے بعض سر برآوردہ لوگوں نے (جن میں عبد اللہ بن امیہ، نضر بن حارث اور نوفل بن خالد کا نام آتا ہے) یہ مطالبہ کیا کہ آپ آسمان سے ایک کتاب لائیں اور آپ کے ہمراہ چار فرشتے ہوں جو اس کے کتاب الٰہی اور آپ کے رسولِ خدا ہونے کی گواہی دیں، اور ہم یہ سن اور دیکھ لیں تب ہم آپ پر ایمان لائیں گے، قرآن اس کا جواب دیتا ہے ﴿ولو نزلنا عليك كتابا في قرطاس فلمسوه بأيديهم لقال الذين كفروا إن هذا إلا سحر مبين، وقالوا لولا أنزل عليه ملك ولو أنزلنا ملكا لقضي الأمر ثم لا ينظرون ولو جعلناه ملكا لجعلناه رجلا وللبسنا عليهم ما يلبسون﴾ (الانعام:۷-۹) اگر ہم آپ پر کوئی کاغذ میں لکھی ہوئی کتاب بھی اتار دیتے اور یہ لوگ اسے اپنے ہاتھوں سے چھو کر دیکھ بھی لیتے تب بھی منکرین حق یہی کہتے کہ یہ صریح جادو ہے، وہ یہ کہتے ہیں کہ اس نبی پر کوئی فرشتہ کیوں نہیں اتارا گیا، اگر کہیں ہم نے کوئی فرشتہ اتار دیا ہوتا تو اب تک کبھی کا فیصلہ ہو چکا ہوتا پھر ان کو کوئی مہلت نہ دی جاتی، اور اگر ہم فرشتے کو اتارتے تب بھی اسے انسانی شکل ہی میں اتارتے تو اس پر بھی وہی شبہ کرتے جو اب کر رہے ہیں، سورۂ بنی اسرائیل میں فرمایا گیا ﴿قل لو كان في الأرض ملائكة يمشون مطمئنين لنزلنا عليهم من السماء ملكا رسولا﴾ (آیت:۹۵) آپ فرما دیجئے کہ اگر زمین میں فرشتے اطمینان سے چل پھر رہے ہوتے تو ہم ضرور آسمان سے کسی فرشتے ہی کو ان کے لئے پیغمبر بنا کر بھیجتے۔ مگر ظاہر ہے کہ رسالت کے کام کے لئے انسان سے زیادہ موزوں اور کون ہو سکتا تھا؟

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۳۱) مذاق اڑایا جانا

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے منکرین ومخالفین کی جانب سے آپ کا مذاق اڑایا جاتا اور ٹھٹھے کئے جاتے، اس کا ذکر قرآن میں آیا ﴿ولقد استھزئ برسل من قبلك فحاق بالذين سخروا منهم ما كانوا به يستهزء ون﴾ (الانعام:۱۰) اور آپ سے پہلے بھی پیغمبروں کے ساتھ تمسخر کیا گیا پھر ان لوگوں کو جو ان کی ہنسی اڑاتے تھے اسی عذاب نے آگھیرا جس پر وہ تمسخر کیا کرتے تھے۔

(۳۲) تمام معبودوں کو چھوڑ کر ایک معبود کی بندگی

حضورؐ کے عم محترم حضرت ابوطالب کے مرض الوفات میں قریش کے معززین آپ کے سلسلہ میں گفتگو کرنے کے لئے ان کے پاس آئے، اور ان سے محمدؐ کو سمجھانے اور بتوں کی مذمت سے روکنے کا پُر زور مطالبہ کیا، حضورؐ کو بلوایا گیا، بات رکھی گئی، آپؐ نے فرمایا: میں تو تمہارے سامنے ایسا کلمہ پیش کرتا ہوں جسے اگر تم کہہ اور مان لو تو پورا عرب تمہارا تابعِ فرمان اور پورا عجم سرنگوں ہو جائے، اس پر ابوجہل نے کہا کہ ہم ایسا ایک نہیں دس کلمہ کہنے کو آمادہ ہیں، آپؐ نے فرمایا "لا اله إلا الله" کہد و اور اپنے معبودانِ باطل سے دستکش ہو جاؤ، اس پر وہ لوگ بھڑک اٹھے اور یہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے کہ کیا ہم اپنے معبودوں کو چھوڑ کر صرف ایک کے پابند ہو جائیں، یہ عجیب کام ہم سے نہ ہو سکے گا۔ محمد بن اسحاق وغیرہ نے اس واقعہ کا ذکر ابو طالب کے مرض الوفات میں کیا ہے، مفسر ابن کثیر نے اسے نقل کیا ہے، جب کہ ابن سعد نے اسے دعوت اسلامی کے ابتدائی دور کا واقعہ قرار دیا ہے، صاحب کشاف زمخشری اور مفسر رازی نے یہ واقعہ حضرت عمرؓ کے قبول اسلام کے واقعۂ عجیبہ کے ردِّ عمل کے طور پر ذکر کیا ہے، بہر حال اس واقعہ پر

سورۂ ص کی آیات اتریں، ﴿صٓ والقرآن ذی الذکر بل الذين كفروا فى عـزة وشقاق كم أهلكنا من قبلهم من قرن فنادوا ولات حين مناص وعجبوا أن جاء هم منذر منهم وقال الكافرون هذا ساحر كذاب أجعل الآلهة إلها واحدا إن هذا لشيئ عجاب وانطلق الملأ منهم أن امشوا واصبروا علىٰ آلهتكم إن هذا لشيئ يراد ما سمعنا بهذا فى الملة الآخرة إن هذا إلا اختلاق ءانزل عليه الذكر من بيننا بل هم فى شك من ذكرى بل لما يذوقوا عذاب﴾ (ص:۱-۸) قسم ہے نصیحت سے پُر قرآن کی، بلکہ کفار سخت تعصب اور مخالفت میں مبتلا ہیں، ان سے پہلے ہم کتنی قوموں کو ہلاک کر چکے ہیں تو انھوں نے بڑی ہائے پکار کی مگر وہ وقت خلاصی کا نہیں ہوتا، ان کو اس بات پر بڑا تعجب ہوا کہ ان کے پاس خود انھیں میں سے ایک ڈرانے والا آ گیا، اور کافر کہنے لگے کہ یہ ساحر اور جھوٹا ہے، کیا اس نے سارے معبودوں کی جگہ ایک ہی معبود بنا ڈالا؟ واقعی یہ تو بڑی عجیب بات ہے، اور ان کے سردار یہ کہتے ہوئے نکل گئے کہ چلو اور اپنے معبودوں کی عبادت پر ڈٹے رہو، یہ کوئی مطلب کی بات لگتی ہے، ہم نے یہ بات تو پچھلے مذہب میں نہیں سنی، یہ صرف من گھڑت بات ہے، کیا ہم میں اسی پر کلامِ الٰہی نازل کیا گیا؟ اصل بات یہ ہے کہ یہ میری وحی کی طرف سے شک میں ہیں، بلکہ انہوں نے اب تک میرے عذاب کا مزہ نہیں چکھا ہے۔

(۳۳) واقعۂ معراج

ہجرت سے ایک سال قبل معراج کا واقعہ پیش آیا، آپ کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ لے جایا گیا، یہ سفر براق پر ہوا، اس کا ذکر قرآن میں ہے، پھر احادیث کثیرہ کے مطابق

toobaa-elibrary.blogspot.com

آپ کو آسمان پر لے جایا گیا، سدرۃ المنتہیٰ، بیت المعمور، جنت وجہنم سب آپ نے دیکھا، اس موقعہ پر امت محمدیہ پر پانچ نمازیں بھی فرض ہوئیں، پھر آپ کو نیچے بیت المقدس اور وہاں سے مکہ لایا گیا، یہ واقعہ بحالت بیداری پیش آیا، قرآن میں اس کے ابتدائی حصہ کا مختصراً ذکر آیا ہے ﴿سبحان الذی أسریٰ بعبده ليلاً من المسجد الحرام إلى المسجد الأقصیٰ الذی بارکنا حوله لنريه من آياتنا﴾ (بنی اسرائیل:۱) پاک ہے وہ ذات جو راتوں رات اپنے بندے کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جس کے آس پاس کو ہم نے برکت عطا کی ہے لے گئی تاکہ ہم اس کو اپنی قدرت کے کچھ عجائبات کا مشاہدہ کرادیں۔

﴿وما جعلنا الرؤيا التی أريناك إلا فتنة للناس﴾ (بنی اسرائیل:۶۰) اور ہم نے (واقعۂ معراج میں) جو کچھ آپ کو (بحالتِ بیداری) دکھایا اس کو ہم نے ان لوگوں کے لئے بس موجبِ گمراہی بنا کر رکھ دیا۔ اس آیت میں "رؤیا" سے مراد خواب نہیں بلکہ بحالتِ بیداری عجیب واقعہ دکھانا مراد ہے۔

سورۂ نجم میں بھی اس واقعہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، اور یہ واقعہ آپ کی نبوت کا عظیم ترین معجزہ اور آپ کی انفرادی فضیلت وخصوصیت کا مظہر بھی ہے۔ معراج کے اسرار وحکم سے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ نے حجۃ اللہ البالغۃ میں بڑی عجیب اور عمدہ بحث کی ہے۔

(۳۴) جنوں کا سماعِ قرآن اور قبولِ اسلام

بعثت محمدیؐ سے پیشتر جنوں کو کچھ آسمانی خبروں کی سن گن لگ جاتی تھی، جب آپؐ پر سلسلۂ وحی کا آغاز ہوا تو یہ سن گن بند ہوگئی اور جنوں کو "شہب ثاقبہ" کی مار سے آسمانوں

سے بھگایا جانے لگا تو اس واقعہ کے اسباب کی جستجو میں جن اطرافِ عالم میں پھیلے، ان کا ایک گروہ مکہ میں مقام بطن نخلہ میں پہونچا جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سفرِ طائف سے مظلومانہ واپسی کے بعد اپنے اصحاب کو فجر کی نماز پڑھا رہے تھے، آپ کی تلاوتِ قرآن کی جاذب ومؤثر آواز جنوں کو مسحور کرگئی، قرآن کی عظمت ان پر چھاگئی، ان کو واقعہ کا اصل سبب معلوم ہوگیا، پھر وہ ایمان لے آئے، اپنی قوم کو دعوتِ ایمان دی اور وہ سب ایمان لائے، رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت ان کی آمد وایمان کی خبر نہ ملی، پھر سورۂ احقاف اور سورۃ الجن کے ذریعہ آپ کو یہ معلوم ہوا، پھر جنوں کے وفود غالباً آپ کے پاس ۶/ بار آئے ہیں۔ (تفسیر مظہری)

قرآن میں فرمایا گیا ﴿وإذ صرفنا إليك نفرا من الجن يستمعون القرآن فلما حضروه قالوا أنصتوا فلما قضی ولّوا إلیٰ قومهم منذرين﴾ (الاحقاف:۲۹) اور جب کہ ہم جنات کی ایک جماعت آپ کے پاس لے آئے جو قرآن سننے لگے تھے، جب وہ اس جگہ پہونچے تو انھوں نے باہم کہا: خاموش ہوجاؤ، پھر جب قرآن پڑھا جاچکا تو وہ خبردار کرنے والے بن کر اپنی قوم کی طرف پلٹے۔

﴿قل أوحی إلی أنه استمع نفر من الجن فقالوا إنا سمعنا قرآنا عجبا يهدی إلیٰ الرشد فآمنا به ولن نشرك بربنا أحداً﴾ (الجن:۱،۲) آپ فرمادیجئے! میرے پاس اس بات کی وحی آئی ہے کہ جنات میں سے ایک جماعت نے قرآن سنا پھر کہا: ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے جو راہِ راست کی طرف رہنمائی کرتا ہے تو ہم اس پر ایمان لے آئے اور ہم اپنے رب کے ساتھ ہرگز کسی کو شریک نہیں کریں گے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۳۵) رسول اللہؐ کے قتل کی ناپاک سازش

باشندگانِ یثرب کے تیز رفتار قبولِ اسلام، سرزمین یثرب کی اسلامی جمعیت کا مرکز بننے کے لئے ہمواری وتیاری اور مسلمانانِ مکہ کی وہاں ہجرت نے مکہ کے رؤساء مشرکین کو انگاروں پر لا کھڑا کیا، دارالندوہ میں ان کا عظیم اجتماعی مشورہ ہوا، طویل گفتگو اور بحث کے بعد یہ طے پایا کہ ہر قبیلہ کا ایک بلند پایہ، بہادر، طاقتور جوان عمدہ تلوار لے کر محمدؐ پر اجتماعی حملہ کر کے ختم کر دے، اس طرح مطالبۂ قصاص میں بھی دَم نہ رہ جائے گا اور دیت کافی ہو جائے گی اور مسئلہ حل ہو جائے گا، رات میں یہ جماعت خانۂ رسولؐ کے اردگرد پہونچ گئی، اللہ نے اپنے نبی کو بروقت ہجرت کا حکم دیا اور پوری تفصیل سے آگاہ کرا دیا، آپؐ اپنے گھر سے اس طرح نکلے کہ دشمنوں کا گروہ باہر موجود تھا مگر اللہ نے ان کی بینائی اتنی دیر کے لئے ختم کر دی، اور وہ آپ کو دیکھ نہ سکے، آپ حضرت صدیق اکبر کے ہمراہ غارِ ثور آئے، پھر سہ روزہ قیام کے بعد سفر شروع کیا اور مدینہ پہونچ گئے، قرآن سیرت کے اس واقعہ کو بیان کرتا ہے ﴿وإذ يمكر بك الذين كفروا ليثبتوك أو يقتلوك أو يخرجوك، ويمكرون ويمكر الله والله خير الماكرين﴾ (الانفال: ۳۰) وہ وقت بھی یاد کرنے کے قابل ہے جب کافر آپ کے خلاف تدبیریں سوچ رہے تھے کہ آپ کو قید کر لیں یا آپ کو قتل کر دیں، یا آپ کو جلاوطن کر دیں، وہ اپنی چالیں چل رہے تھے اور اللہ اپنی تدبیر کر رہا تھا، اور اللہ سب سے بہتر و مستحکم تدبیر والا ہے۔

(۳۶) غارِ ثور کا واقعہ

سفرِ ہجرت کے آغاز کے بعد رسول صلی اللہ علیہ وسلم ابتداءً غارِ ثور میں تین دن مقیم رہے، تلاش کرتے کرتے دشمن غار کے قریب تک آپہونچے تھے، حضرت صدیق اکبر کو

دشمنوں کے پاؤں نظر آ رہے تھے، انھیں سخت خوف لاحق ہو رہا تھا کہ کہیں دشمن پہونچ کر پکڑ نہ لیں، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اطمینان وسکون دیدنی تھا، آپ نے حضرت ابوبکر کو تسلی دی کہ ''فکر مت کرو، غم نہ کرو، اللہ ہمارے ہمراہ ہے''۔ قرآن اس کا تذکرہ کرتا ہے ﴿إلا تنصروه فقد نصره الله إذ أخرجه الذين كفروا ثاني اثنين إذ هما في الغار إذ يقول لصاحبه لا تحزن إن الله معنا فأنزل الله سكينته عليه﴾ (التوبۃ: ۴۰) تم اگر نبی کی مدد نہ کرو گے تو کچھ پروا نہیں، اللہ نبی کی مدد اس وقت کر چکا ہے جب کہ کافروں نے انہیں نکال دیا تھا، جب وہ دو میں کے دوسرے تھے، جب وہ دونوں غار میں تھے، جب وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہے تھے، غم نہ کرو، اللہ ہمارے ساتھ ہے، اس وقت اللہ نے ان پر اپنی طرف سے سکونِ قلب نازل فرما دیا۔

(۳۷) منافقوں اور یہودیوں کی رسول دشمنی

مدینہ ہجرت کے بعد منافقوں اور یہودیوں کی کمینہ فطرتی سامنے آئی، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عداوت، حسد، کینہ اور بغض رکھتے تھے، بہت سے منافقوں کو ظاہری اسلام کی بدولت مالِ غنیمت میں حصہ مل گیا تھا جس سے وہ خوشحال ہو گئے تھے مگر اس کے باوجود ان کی دشمنی آئے دن بڑھتی ہی جا رہی تھی، اور وہ مسلمانوں کے ذرا بھی احسان مند نہ ہو رہے تھے، قرآن کریم اس صورت حال کا نقشہ کھینچتا ہے ﴿وما نقموا إلا أن أغناهم الله ورسوله من فضله فإن يتوبوا يك خيرا لهم وإن يتولوا يعذّبهم الله عذابا أليما في الدنيا والآخرة ومالهم في الأرض من وليّ ولا نصير﴾ (التوبۃ: ۷۴) اور انہوں نے صرف اس بات کا بدلہ دیا کہ اللہ اور اس کے رسول نے انھیں اپنے فضل سے مالدار کر دیا تھا، تو اگر یہ توبہ کر لیں تو ان کے حق میں بہتر

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہواور اگر روگردانی کریں تو اللہ انہیں ایک دردناک سزا دنیا اور آخرت میں دے گا، اور ان کا روئے زمین پر نہ کوئی یار ہے نہ مددگار۔

(۳۸) مدینہ میں منافقوں کا وجود

اوس وخزرج کے اکثر افراد پورے اخلاص سے حلقہ بگوشِ اسلام ہو گئے مگر ایک طبقہ اسلام پر مطمئن نہ ہوسکا، وہ اندر سے تو شرک وکفر ہی پر برقرار رہا مگر اس نے مختلف النوع مادّی فوائد ومصالح کے پیش نظر اور خطرات سے ہوشیار ہو کر بظاہر اسلام کا دعویٰ کر دیا، اور درپردہ وہ یہودیوں کے ساتھ اسلام کی بیخ کنی کے لئے ساز باز کرتا رہا، اس میں سے بعض افراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں استہزائیہ طور پر یہ کہتے تھے کہ آپ تو بس کان ہیں، یعنی ہر سنی ہوئی بات پر یقین کر لیتے ہیں، کانوں کے کچے ہیں، قرآن نے اس واقعہ کو بیان کیا ﴿ومنهم الذين يؤذون النبى ويقولون هو أذن قل أذن خير لكم يؤمن بالله ويؤمن للمؤمنين ورحمة للذين آمنوا منكم، والذين يؤذون رسول الله لهم عذاب أليم﴾ (التوبۃ:۶۱) اور ان میں وہ لوگ بھی ہیں جو نبی کو ایذا دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ شخص نرا کان ہے، آپ فرما دیجئے کہ نرے کان تمہارے بھلے کو ہیں، اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور مؤمنوں (کی باتوں) پر یقین رکھتے ہیں اور ان پر مہربانی کرتے ہیں جو تم میں سے ایمان کا اظہار کرتے ہیں، اور جو لوگ رسول اللہ کو ایذا پہونچاتے ہیں ان کے لئے عذاب دردناک ہے، اس آیت میں یہ واضح کر دیا گیا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مخلص مسلمانوں کی بات سچی سمجھ کر اور دل سے صحیح جان کر سنتے ہیں، بقیہ دوسری باتوں کو غلط جاننے کے باوجود اپنی فطری کریم النفسی سے سن کر ٹال جاتے ہیں، اور اس کی صراحۃ تکذیب نہیں فرماتے ہیں۔

غزوۂ احد کے موقعہ پر منافقین نے یہ بات بھی کہی کہ اگر ہماری بات مانی گئی ہوتی، باہر نکل کر جنگ نہ کی گئی ہوتی تو ہم یوں نہ مارے جاتے اور بچ جاتے، اس بے بنیاد بات کا ذکر قرآن نے کیا ہے ﴿وطائفة قد أهمتهم أنفسهم يظنون بالله غير الحق ظن الجاهلية يقولون هل لنا من الأمر من شيئ قل إن الأمر كله لله يخفون في أنفسهم ما لا يبدون لك يقولون لو كان لنا من الأمر شيئ ما قتلنا ههنا قل لو كنتم فى بيوتكم لبرز الذين كتب عليهم القتل إلى مضاجعهم﴾ (آل عمران:۱۵۴) اور ایک گروہ وہ تھا جس کے لئے ساری اہمیت بس اپنے مفاد ہی کی تھی، وہ اللہ کے بارے میں طرح طرح کے خلاف حقیقت جاہلانہ گمان کر رہا تھا، وہ لوگ کہہ رہے تھے کہ ہمارا کچھ اختیار چلتا ہے؟ آپ فرما دیجئے کہ اختیار تو سارا اللہ کا ہے، دراصل یہ لوگ اپنے دلوں میں جو بات چھپائے ہوئے ہیں اسے آپ پر ظاہر نہیں کرتے، کہتے ہیں کہ اگر ہمارا کچھ بھی اختیار چلتا تو یہاں ہم نہ مارے جاتے، آپ فرما دیجئے کہ اگر تم اپنے گھروں میں ہوتے تو جن لوگوں کی موت لکھی ہوئی تھی وہ خود اپنی قتل گاہوں کی طرف نکل آتے۔

انھیں منافقوں نے غزوۂ احزاب کے موقعہ پر کہا کہ محمد ہم سے قیصر وکسریٰ کے خزانوں کا وعدہ کر رہے ہیں، اور یہ کہہ رہے کہ ہمیں کو غلبہ ہوگا، یہ سب دھوکا اور فریب ہے، قرآن نے اس کا ذکر کیا ﴿وإذ يقول المنافقون والذين فى قلوبهم مرض ما وعدنا الله ورسوله إلا غرورا﴾ (الاحزاب:۱۲) وہ وقت یاد کرو جب منافقین اور وہ سب لوگ جن کے دلوں میں روگ تھا صاف صاف کہہ رہے تھے کہ اللہ اور اس کے رسولؐ نے جو وعدے ہم سے کئے ہیں وہ فریب کے سوا کچھ نہیں ہیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

اسی غزوۂ خندق کے موقعہ پر منافقوں نے بہانہ ڈھونڈا اور اللہ کے رسولؐ سے کہا کہ بنوقریظہ کافروں کے ساتھ مل گئے ہیں اور اب ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں، خطرہ میں گھر گئے ہیں، اس لئے آپ ہمیں اپنے گھربار اور اہل وعیال کی حفاظت کی اجازت دیجئے، یہ منافقوں کا بہانہ تھا ورنہ حفاظت کے تمام انتظامات آپؐ نے فرمادیئے تھے، منافقوں کے اس طرزِ عمل کو قرآن نے بیان کیا ہے ﴿یقولون إن بیوتنا عورة وما هی بعورة إن یریدون إلّا فراراً﴾ (الاحزاب:۱۳) وہ کہتے ہیں کہ ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں، حالانکہ وہ غیر محفوظ نہیں ہیں، دراصل یہ لوگ بھاگنا چاہتے ہیں۔

منافقین اللہ کے رسول اور کلامِ الٰہی کا استہزاء کرتے تھے اور اس کو ہنسی اور خوش طبعی بتاتے تھے، قرآن کی متعدد آیات میں ان کے اس طرزِ عمل کی مذمت کی گئی ہے۔

رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی سلول کی مجرمانہ حرکتوں کو جابجا قرآن نے بے نقاب کیا ہے، غزوۂ بنی المصطلق کے موقعہ پر اس نے رسولؐ اور مہاجرین کو ذلیل قرار دیتے ہوئے منافقوں اور انصاری صحابہ کو عزت والا کہا تھا اور رسول ومہاجرین کو مدینہ سے باہر نکالنے کا عزم بالجزم کیا تھا اس پر پوری سورۃ المنافقین نازل ہوئی، اسی نے یہود بنی النضیر کے ساتھ سازباز کی، ان کو مسلمانوں کے مقابلہ پر اکسایا، اپنی مدد کا وعدہ کیا مگر برموقعہ مدد نہ کی، اس کا ذکر سورۃ الحشر کے دوسرے رکوع کے آغاز میں ہے۔

منافقوں کی ذہنیت، اوصاف اور اعمال کی مکمل اور جامع تصویر کشی سورۂ بقرہ کے پورے دوسرے رکوع میں کی گئی ہے، اور یہ حقیقت واضح کردی گئی ہے کہ انھوں نے استہزاء وخداع اور مکر ونفاق کو اختیار کرکے ہدایت کے بدلے گمراہی مول لی ہے جوان کے لئے سراسر گھاٹے ہی کا سودا ہے۔

(۳۹) یہودیوں کا انکارِ رسالت

بعثتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل یہود بڑی شدت سے آپؐ کی آمد کے منتظر تھے، ایک انصاری صحابی کا بیان ہے کہ اسلام کے ظہور سے پہلے جب ہم یہودیوں کو شکست دیتے تھے تو یہود کہا کرتے تھے: اچھا ٹھہر جاؤ، عنقریب ایک پیغمبر آنے کو ہے، ہم اس کے ہمراہ تم سے لڑیں گے اور تم کو قتل کریں گے، (۱) پھر جب اسلام آیا تو اوس وخزرج نے اسے سب سے پہلے قبول کرلیا، لیکن یہودی اسلام مخالف بن گئے اور جس نبی کی آمد کے منتظر تھے اسی کی تکذیب کرنے لگے، قرآن کہتا ہے ﴿ولما جاء هم كتاب من عند الله مصدق لما معهم وكانوا من قبل يستفتحون على الذين كفروا فلما جاء هم ما عرفوا كفروا به فلعنة الله على الكافرين﴾ (البقرۃ:۸۹) اور جب ان کے پاس ایسی کتاب آپہونچی جو منجانب اللہ ہے اور ان کے پاس پہلے سے موجود کتاب کی تصدیق کرتی ہے، اور وہ اس کی آمد سے قبل خود کافروں سے بیان کیا کرتے تھے، پھر جب ان کے پاس وہ چیز آگئی جس کو وہ پہچان بھی گئے تو انہوں نے اسے ماننے سے انکار کردیا، سو خدا کی لعنت ہو منکرین پر۔

(۴۰) معاندانہ مطالبات وسوالات

یہودیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ توراۃ حضرت موسیٰ پر یکبارگی پوری نازل ہوئی تھی آپ بھی پورا قرآن ایک ساتھ پیش کیجئے تب ہم مانیں گے، اس سے پہلے یہودی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اس طرح کے بیہودہ اور معاندانہ مطالبے کرچکے تھے، اللہ کو علانیہ دیکھنے اور بات کرنے کا بھی مطالبہ کیا تھا، کچھ یہودی سرداروں نے آپؐ

(۱) سیرت ابن ہشام: باب خبر إنذار یهود برسول الله

toobaa-elibrary.blogspot.com

سے یہ پیشکش بھی کی تھی کہ آپ بھی حضرت موسیٰ کی طرح آسمان سے لکھی ہوئی کتاب لائیں، قرآن میں ان بے ہودہ گوئیوں کا ذکر اور آپ کو تسلی ہے ﴿يسألك أهل الكتاب أن تنزل عليهم كتابا من السماء فقد سألوا موسىٰ أكبر من ذلك فقالوا أرنا الله جهرة فأخذتهم الصاعقة بظلمهم﴾ (النساء:۱۵۳) آپ سے اہل کتاب یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ آپ ان کے پاس آسمان سے ایک خاص نوشتہ منگوادیں تو انھوں نے موسیٰ علیہ السلام سے اس سے بھی بڑی بات کا مطالبہ کیا تھا، اور یہ کہا تھا کہ ہم کو اللہ کو کھلم کھلا دکھادو، جس پر ان کی گستاخی کی وجہ سے ان پر بجلی کی کڑک آپڑی۔

﴿أم تريدون أن تسألوا رسولكم كما سئل موسىٰ من قبل ومن يتبدل الكفر بالايمان فقد ضلّ سواء السبيل﴾ (البقرة:۱۰۸) تم تو اس کے آرزومند ہو کہ اپنے رسول سے سوال کر ڈالو جیسا کہ اس سے پہلے موسیٰ علیہ السلام سے سوالات کئے جاچکے، اور جو بھی ایمان کے بدلہ میں کفر اختیار کرے گا تو وہ بلاشبہ راہِ راست سے بھٹک گیا۔

(۴۱) حضرت جبریل سے عداوت

علمائے یہود کا ایک وفد آپ کی خدمت میں آیا اور آپ سے حضرت جبریل کے متعلق کچھ سن کر یہ کہنے لگا کہ جبریل ہمارا دشمن ہے، ہماری قوم پر شاق احکام اسی کے ذریعہ آتے رہے ہیں، وہ فرشتۂ عذاب ہے، رحمت لانا اس کا کام نہیں، میکائیل بارش و رحمت کا فرشتہ ہے اگر وہ وحی لاتا تو ہم مان لیتے، موجودہ یہود بھی حضرت میکائیل کو حضرت جبریل سے برتر مانتے ہیں، (۱) جب کہ یہ نظریہ نصوص کے مخالف ہے، تمام

(۱) جیوش انسائیکلوپیڈیا جلد ۵ ص ۵۴۱ بحوالہ تفسیر ماجدی جلد اول ص: ۱۹۲ مطبوعہ مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ

ملائکہ میں سب سے افضل حضرت جبریل ہیں، قرآن میں وارد ہوا ہے ﴿قل من كان عدوا لجبريل فإنه نزّله علىٰ قلبك باذن الله مصدقا لما بين يديه وهدى وبشرىٰ للمؤمنين من كان عدو الله وملائكته ورسله وجبريل وميكال فإن الله عدو للكافرين﴾ (البقرة:۹۷،۹۸) آپ فرمادیجئے کہ جو کوئی جبریل کا دشمن ہو تو اسے معلوم ہونا چاہئے کہ انھوں نے یہ قرآن آپ کے قلب پر بحکمِ الٰہی نازل کیا ہے جو سابقہ کتابوں کی تصدیق کرتا ہے اور اہل ایمان کے لئے ہدایت و بشارت بن کر آیا ہے، جو اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں اور جبریل و میکائیل کا دشمن ہو تو اللہ ایسے کافروں کا دشمن ہے۔

(۴۲) براہِ راست اللہ سے ہم کلامی کا بیہودہ مطالبہ

کچھ گمراہ و بد باطن یہود و نصاریٰ اور جاہل مشرکین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مطالبہ کرتے تھے کہ اگر اللہ آپ سے کلام کرسکتا ہے اور پچھلے انبیاء سے کرچکا ہے تو ہم سے کیوں بات نہیں کرتا، ہم بھی تو انسان ہی ہیں، اگر آپ اللہ کے رسول ہیں تو اللہ سے کہئے کہ ہم سے براہِ راست بات کرے، قرآن نے اس واقعہ کو یوں ذکر کیا ہے ﴿وقال الذين لا يعلمون لو لا يكلمنا الله أو تأتينا آية كذٰلك قال الذين من قبلهم مثل قولهم تشابهت قلوبهم قد بيّنا الآيات لقوم يوقنون﴾ (البقرة: ۱۱۸) اور جنھیں علم سے بہرہ نہیں وہ کہتے ہیں کہ اللہ ہم سے خود کیوں بات نہیں کرتا یا ہمارے پاس کوئی نشانی کیوں نہیں آتی، ایسی ہی باتیں ان سے پہلے کے لوگ بھی کرچکے ہیں، ان سب کے دل ایک جیسے ہیں، ہم یقین لانے والوں کے لئے نشانیاں صاف صاف نمایاں کرچکے ہیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۴۳) یہودیت وعیسائیت کی دعوت

یہود ونصاریٰ مسلمانوں سے اورآپؐ سے کہتے تھے کہ ہمیں حق پر ہیں، آپ ہمارے مذہب کی اتباع کریں تب ہی ہدایت یاب ہو پائیں گے، وہ بجائے ہدایت قرآنی سے متأثر ہونے کے عناداً مسلمانوں کو یہودیت وعیسائیت کی دعوت دیتے تھے اور اسے نجات وفلاح کا باعث باور کرتے تھے، قرآن کہتا ہے ﴿وقالوا کونوا هودا أو نصاریٰ تهتدوا قل بل ملة إبراهيم حنيفا وما كان من المشركين الخ﴾ (البقرۃ:۱۳۵) اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہودی بن جاؤ یا نصرانی ہوجاؤ تو راہ یاب ہوجاؤ گے، آپ فرمادیجئے: نہیں بلکہ سب کو چھوڑ کر ابراہیم کا طریقہ، اور ابراہیم مشرکوں میں سے نہ تھے، ﴿ولن ترضى عنك اليهود ولا النصاریٰ حتى تتبع ملتهم، قل إن هدى الله هو الهدىٰ ولئن اتبعت أهواء هم بعد الذى جاء ك من العلم مالك من الله من ولي ولا نصير﴾ (البقرۃ:۱۲۰) یہودی اور عیسائی ہرگز آپ سے راضی نہ ہوں گے جب تک آپ ان کے طریقے پر نہ چلنے لگیں، آپ صاف فرمادیجئے کہ راستہ بس وہی ہے جو اللہ نے بتایا ہے، ورنہ اگر اس علم کے بعد جو آپ کے پاس آچکا ہے آپ نے ان کی خواہشات کی پیروی کی تو اللہ کی پکڑ سے بچانے والا کوئی دوست اور مددگار آپ کے لئے نہیں ہے۔

(۴۴) تحویل قبلہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد سولہ یا سترہ ماہ تک نمازوں میں بیت المقدس کا رخ فرمایا، اس سے قبل مکہ میں بھی کچھ عرصہ تک یہی قبلہ تھا، مگر پھر ہجرت کے سولہویں یا سترہویں مہینہ میں آپ کو تحویل قبلہ کا حکم ملا اور آپ کعبۃ اللہ کی طرف رخ

کرکے نماز ادا کرنے لگے، یہودیوں کا قبلہ بیت المقدس تھا، انھیں اس حکمِ تحویل سے ناگواری ہوئی، وہ پہلے سے آپؐ کے دشمن تھے، اب ان کی عداوت اور بڑھ گئی، انہوں نے آپ پر اعتراضات شروع کئے اور تحویل قبلہ کی وجوہات دریافت کرنے لگے، منافقین بھی ان کے مؤید تھے، قرآن نے اس صورت حال کو اس طرح بیان کیا ہے ﴿سيقول السفهاء من الناس ما ولّاهم عن قبلتهم التى كانوا عليها قل للّه المشرق والمغرب يهدى من يشاء إلىٰ صراط مستقيم وكذلك جعلناكم أمة وسطا لتكونوا شهداء علىٰ الناس ويكون الرسول عليكم شهيدا، وما جعلنا القبلة التى كنت عليها إلّا لنعلم من يتبع الرسول ممن ينقلب علىٰ عقبيه﴾ (البقرۃ:۱۴۲،۱۴۳) بے وقوف لوگ ضرور کہیں گے کہ کس چیز نے ان کو ان کے اس قبلہ سے جس پر وہ تھے ہٹادیا؟ آپ فرمادیجئے کہ مشرق ومغرب سب اللہ کے ہیں، وہ جسے چاہے سیدھا راستہ دکھادیتا ہے، اسی طرح ہم نے تم کو ایک عادل امت بنادیا تاکہ تم دنیا کے لوگوں پر گواہ رہو اور رسول تم پر گواہ رہیں، اور جس قبلہ پر آپ اب تک تھے اسے ہم نے یہ دیکھنے کے لئے رکھا تھا کہ کون رسول کی پیروی کرتا ہے اور کون الٹے پاؤں پھر جاتا ہے۔

چنانچہ اللہ نے بیت المقدس کو اولاً قبلہ بناکر بت پرست کافروں کو حق پرستوں سے چھانٹ دیا اور پھر کعبہ کو قبلۂ دائمی بناکر بنواسرائیل کے منکرین کو چھانٹ دیا تاکہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خدائے واحد کے پرستار کامل مؤمن ہی رہیں۔ اسی کا نتیجہ یہ ہوا کہ تحویلِ قبلہ کے بعد بہت سے منافق علانیہ کافر ہوگئے اور ان کا کفر سامنے آگیا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۴۵) حضرت ابراہیم مسلم تھے

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض یہودی سرداروں کو دعوت الی اللہ دی، اس پر ایک یہودی نے پوچھا کہ آپ کس دین پر ہیں؟ آپؐ نے فرمایا کہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت اور دین پر ہوں، تو یہودی نے کہا کہ حضرت ابراہیم یہودی تھے، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ توراۃ کو حَکَم بناؤ کہ ابراہیم یہودی تھے یا نہیں، مگر یہودیوں نے توراۃ کو حکم بنانے سے انکار کردیا، اسی طرح کی باتیں عیسائیوں نے بھی کی تھیں، اس پر قرآن کریم کی یہ آیات دلالت کرتی ہیں۔ ﴿ يا أهل الكتاب لم تحاجّون فى إبراهيم وما أنزلت التوراة والإنجيل إلاّ من بعده أفلا تعقلون، ها أنتم هؤلاء حاججتم فيما لكم به علم فلم تحاجّون فيما ليس لكم به علم، والله يعلم وأنتم لا تعلمون، ما كان إبراهيم يهوديا ولا نصرانيا ولكن كان حنيفا مسلما وما كان من المشركين، إنّ أولى الناس بإبراهيم للّذين اتّبعوه وهذا النبىّ والذين آمنوا والله ولىّ المؤمنين ﴾ (آل عمران: ۶۵۔۶۸)

اے اہل کتاب! تم حضرت ابراہیم کے بارے میں کیوں جھگڑ رہے ہو، حالانکہ تورات وانجیل ان کے بعد نازل کی گئی ہیں، تو تم عقل سے کیوں کام نہیں لیتے، ہاں تم لوگ وہی تو ہو جو اس معاملہ میں جھگڑ چکے ہو جس کا تمہیں کچھ تو علم تھا تو اب ایسے امر میں کیوں جھگڑ رہے ہو جس کا تمہیں کچھ بھی علم نہیں، اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے، ابراہیم نہ یہودی تھے، اور نہ نصرانی، بلکہ راہِ راست والے مسلمان تھے، اور وہ مشرکوں میں سے بھی نہ تھے، بے شک ابراہیم کے سب سے قریب لوگ تو وہ ہیں جنہوں نے ان کی پیروی کی تھی

اور یہ نبی اور ان پر ایمان لانے والے ہیں، اور اللہ ایمان لانے والوں کا حامی ہے۔

﴿ الم تر إلىٰ الذين أوتوا نصيباً من الكتاب يدعون إلىٰ كتاب الله ليحكم بينهم ثم يتولىٰ فريق منهم وهم معرضون ﴾ (آل عمران: ۲۳) کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں کتاب کے علم سے کچھ حصہ دیا گیا انہیں جب کتابِ الٰہی کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کردے تو ان کا ایک گروہ اس سے پہلوتہی کرتا ہے اور منہ پھیر لیتا ہے۔

(۴۶) اجازتِ جہاد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی میں تقریباً ستر آیات میں کفار کی حرکتوں پر صبر کرنے اور ان سے قتال نہ کرنے کا حکم وارد ہوا ہے، (۱) مگر ہجرتِ مدینہ کے بعد- جو خالص پر امن ماحول میں کاروانِ دعوت کو تیز رَو کرنے اور ایک خالص اسلامی اسٹیٹ اور معاشرہ قائم کرنے کے مقصد سے عمل میں آئی تھی- بھی جب کافروں نے چین نہ لینے دیا اور مسلمانوں کو مقابلہ اور حملہ کی دھمکیاں بھی دیں، (۲) اور مدینہ میں خطرے اتنے بڑھ گئے کہ پہرے دار صحابہ متعین کئے گئے تو پھر اللہ نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اور مسلمانوں کو جہاد کی اجازت دی، اور اس کا مقصد باطل کا استیصال اور حق کا غلبہ قرار دیا، اس اجازت سے ان مسلمانوں کی خواہش بھی پوری ہوئی جو مکہ کے قیام کے اخیر زمانہ میں کافروں کے بے حد ظلم وستم سے پریشان ہو کر آپؐ سے اجازتِ قتال کا مطالبہ کر چکے تھے مگر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو صبر کی تلقین کی تھی۔ (۳) خود ہجرت کے وقت رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ان بدباطنوں نے اپنے نبی کو دیس نکالا دیا ہے، اب ان کی ہلاکت آنے کو ہے چنانچہ مدینہ پہونچ کر حکمِ جہاد آ ہی گیا۔ (۴) فرمایا

۱: بروایت ابن عباسؓ (ترمذی وابن ماجہ) ۲: رحمۃ للعالمین از قاضی سلیمان منصور پوری ج/۱ص:۱۱۶

۳: تفسیر قرطبی سورۂ حج ۴: بروایت ابن عباس (ترمذی)

toobaa-elibrary.blogspot.com

گیا ﴿أذن للذين يقاتلون بأنهم ظلموا وإن الله على نصرهم لقدير الذين أخرجوا من ديارهم بغير حق إلاّ أن يقولوا ربنا الله، ولولا دفع الله الناس بعضهم ببعض لهدمت صوامع وبيع وصلوات ومساجد يُذكر فيها اسم الله كثيراً ولينصرنّ الله من ينصره إن الله لقويّ عزيز، الذين إن مكنّاهم فى الأرض أقاموا الصلوة وآتوا الزكوة وأمروا بالمعروف ونهوا عن المنكر ولله عاقبة الأمور﴾ (الحج:۳۹۔۴۱) ان لوگوں کولڑنے کی اجازت دیدی گئی جن سے لڑائی کی جاتی ہے، اس لئے کہ ان پر ظلم ڈھایا گیا، بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان کو غالب کرنے پر پوری قدرت رکھتا ہے، جو اپنے گھروں سے ناحق نکالے گئے صرف اتنی سی بات پر کہ وہ کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے، اور اگر اللہ لوگوں کا زور ایک دوسرے کے ہاتھوں ختم نہ کرواتا رہتا تو نصاریٰ کے خلوت خانے اور عبادت خانے اور یہود کی عبادت گاہیں اور مسلمانوں کی وہ مسجدیں جن میں بکثرت اللہ کا نام لیا جاتا ہے سب منہدم ہوگئے ہوتے، اللہ ضرور اس کی مدد فرمائے گا جو اس کی مدد کرے گا، بے شک اللہ قوت وغلبہ والا ہے، یہ ایسے لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو دنیا میں حکومت دیدیں تو یہ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور بھلائی کا حکم دیں اور بدی سے روکیں، اور سب کاموں کا انجام اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔

یہی حکم جہاد اس آیت میں دیا گیا ﴿وقاتلوهم حتى لا تكون فتنة ويكون الدين كله لله﴾ (الانفال:۳۹) اور تم ان سے لڑو یہاں تک کہ ان میں فسادِ عقیدہ نہ رہے اور دین خالصۃً اللہ ہی کا ہوجائے۔

(۴۷) یہود بنوقینقاع کی ہٹ دھرمی

غزوۂ بدر میں مسلمانوں کی نمایاں فتح کے بعد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے

مدینہ کے یہودی قبیلہ ''بنوقینقاع'' کو علانیہ یہ نصیحت کی کہ تم اسلام لے آؤ ورنہ جس ذلت کا سامنا قریش کے کافروں نے کیا ہے وہی سامنا تم کو بھی کرنا ہوگا، آپ کی اس نصیحت کا منشأ دراصل بنوقینقاع کی وہ حرکتیں تھیں جو غزوۂ بدر سے پہلے سے معاہدہ کے خلاف اسلام اور مسلمانوں کی دشمنی میں موقعہ بہ موقعہ ظاہر ہوتی آرہی تھیں، پھر جب انہوں نے برملا مسلمانوں کا مذاق اور مسلم عورتوں سے چھیڑ خانی شروع کردی تو آپ نے ان کو دھمکایا اور ڈرایا مگر وہ مزید اکڑ گئے اور کہنے لگے کہ اے محمد! تم نے قریش کے ناتجربہ کار وناواقف لوگوں کو ماردیا، اس سے خوش فہم نہ رہو، وہ تو جنگ سے ناآشنا تھے، اگر ہم سے تمہاری لڑائی ہوئی تب تم کو معلوم ہوجائے گا کہ کس مرد سے مقابلہ ہوا ہے۔ بنوقینقاع کے اس واضح اعلانِ جنگ کے بعد مزید کچھ گستاخانہ حرکتیں بھی ہوئیں، ایک عرب عورت کے ساتھ یہودی سونار نے بدتمیزی کی، ایک مسلمان نے سنار پر حملہ کیا اور مار ڈالا جس کے جواب میں یہودیوں نے اس مسلمان کو قتل کرڈالا، اور مسلمان کے اہل خانہ میدان میں آگئے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنوقینقاع کا محاصرہ فرمایا، پندرہ دن تک یہ محاصرہ رہا پھر بنوقینقاع نے ہتھیار ڈالدیئے اور ان کو جلا وطن کردیا گیا، یہ واقعہ شوال ۲ھ کا ہے۔(۱) قرآن نے بنوقینقاع کو جواب دیا ہے ﴿قل للذين كفروا ستغلبون وتحشرون إلىٰ جهنم وبئس المهاد﴾ (آل عمران:۱۲) آپ کافروں سے فرمادیجئے کہ عنقریب تم مغلوب ہوگے اور جہنم کی طرف اکٹھا کیئے جاؤگے اور وہ برا ٹھکانہ ہے۔ پھر آگے ان کو غزوۂ بدر اور کافروں کی شکست کا واقعہ سنایا گیا ہے۔

(۱) سیرت ابن ہشام ج/۱ص/۵۵۲ وج/۲ص/۴۷،۴۸۔ وزادالمعاد: ج/۲ص/۷۱

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۴۸) صبح ایمان شام کفر

یہود مدینہ نے یہ چال بھی چلی کہ کچھ یہود جا کر صبح کے وقت علانیہ اسلام قبول کریں اور پھر دن ختم ہونے سے قبل ہی مرتد ہو جائیں اور اپنے ارتداد کی وجہ کے طور پر رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی خرابیاں بتائیں، ایسا کرنے سے اسلام کمزور ہوگا، بہت سے مسلمان مرتد ہو جائیں گے اور غیر مسلم اسلام سے دور بھاگیں گے، منافقت وخداع کی اس نوع کی مثالوں سے یہود ونصاریٰ کی تاریخ اول دن سے آج تک پر ہے۔ قرآن نے اس واقعہ کا ذکر کیا ہے۔ ﴿وقالت طائفة من أهل الكتاب آمنوا بالذى أنزل علىٰ الذين آمنوا وجه النهار واكفروا آخره لعلهم يرجعون﴾ (آل عمران: ۷۲) اور اہل کتاب کا ایک گروہ کہتا ہے کہ ایمان والوں پر جو کچھ نازل ہوا ہے اس پر صبح ایمان لاؤ اور شام کو اس سے انکار کر دو، عجب کیا کہ اس ترکیب سے وہ پھر جائیں۔

(۴۹) اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کی سازش

''شماس بن قیس'' نامی ایک یہودی بہت کینہ پرور اور حاسد مزاج تھا، اس نے مسلمانوں کی جمعیت کو پارہ پارہ کرنے کی سازشیں رچنی شروع کیں، اوس وخزرج جیسے باہم متحارب قبائل اسلام کی برکت سے شیر وشکر اور ایک جان دو قالب بنے ہوئے تھے ان میں جاہلانہ عصبیت کو ہوا دینے کی اسی شماس نے ایک بار کوشش کی، فخریہ اشعار پڑھے یا پڑھوائے، چنانچہ اوس وخزرج میں ایک دوسرے کے خلاف اشتعال پیدا ہو گیا اور تلواریں نیام سے باہر آگئیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی تو آپ تشریف لائے اور فرمایا: اے گروہ مسلمین! اللہ سے ڈرو، اللہ نے تم کو اسلام کی ہدایت دی، جاہلیت کا خاتمہ کیا، کفر سے

بچایا، تمہارے دل جوڑ دیئے، میں تمہارے درمیان موجود ہوں پھر یہ جاہلانہ عصبیت کا نعرہ کیا ہے، چنانچہ سب نے توبہ کی، نادم ہوئے اور ایک دوسرے سے گلے ملے اور روتے رہے، قرآن اس کا ذکر فرماتا ہے ﴿يا أيها الذين آمنوا إن تطيعوا فريقا من الذين أوتوا الكتاب يردّوكم بعد إيمانكم كافرين وكيف تكفرون وأنتم تتلىٰ عليكم آيات الله وفيكم رسوله ومن يعتصم بالله فقد هدى إلى صراط مستقيم يا أيها الذين آمنوا اتقوا الله حق تقاته ولا تموتن إلا وأنتم مسلمون واعتصموا بحبل الله جميعا ولا تفرقوا واذكروا نعمة الله عليكم إذ كنتم أعداء فألف بين قلوبكم فأصبحتم بنعمته إخوانا وكنتم علىٰ شفا حفرة من النار فأنقذكم منها كذلك يبيّن الله لكم آياته لعلكم تهتدون﴾ (آل عمران: ۱۰۰۔۱۰۳)

اے اہل ایمان! اگر تم اہل کتاب کے کسی گروہ کا کہا مانو گے تو وہ تم کو تمہارے ایمان کے بعد پھر کفر میں پھیر لے جائیں گے، تمہارے لئے کفر کی طرف جانے کا اب کیا موقع باقی ہے جب کہ تم کو اللہ کی آیات سنائی جا رہی ہیں اور تم میں اللہ کے رسول ہیں، جو اللہ کو مضبوطی سے تھامے گا وہ ضرور راہ راست پالے گا، اے اہل ایمان! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے، اور تم کو اسلام ہی کی حالت میں موت آئے، تم سب مل کر اللہ کی رسی مضبوطی سے تھام لو، اور اختلاف مت کرو، اور اپنے اوپر اللہ کا یہ انعام یاد رکھو تم باہم دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی، اور تم اس کے فضل سے بھائی بھائی بن گئے، اور تم دوزخ کے گڑھے کے کنارے پر تھے تو اللہ نے تمہیں اس سے بچالیا، اسی طرح اللہ اپنے احکام کو کھول کر بیان کرتا ہے تا کہ تم راہ یاب ہو جاؤ، ﴿وألف

toobaa-elibrary.blogspot.com

بین قلوبهم لو أنفقت ما فی الأرض جمیعا ما ألفت بین قلوبهم ولكنّ اللّـه ألّف بینهم إنـه عزیز حکیم﴾ (الانفال:۶۳) اور اللہ نے ان کے دل جوڑ دیے، اگر آپ دنیا بھر کی چیزیں خرچ کر ڈالتے جب بھی ان کے دل نہ جوڑ پاتے، لیکن اللہ نے ان میں اتفاق پیدا کر دیا، بلاشبہ وہ زبردست حکمت والا ہے۔

(۵۰) یہود کا بغض

اوس وخزرج کے مسلمانوں کے روابط وہاں کے یہودیوں سے زمانۂ جاہلیت ہی سے قدیم ومستحکم تھے یہ روابط اسلام کے بعد بھی مسلمانوں نے نبھائے، مگر دوسری طرف یہودی ان مسلمانوں سے ان کے اسلام کی وجہ سے حسد کرتے تھے، سازشیں کرتے تھے، ظاہری رابطے تو تھے مگر ان کے دل دشمن بن چکے تھے، ظاہری رفاقت سے وہ مسلمانوں کے راز معلوم کرنا اور فتنے برپا کرنا چاہتے تھے، اسی لئے اللہ نے قرآن میں اہل اسلام کو یہودیوں کی اس ماکرانہ خصلت اور منافقانہ حرکت سے احتیاط کرنے کی تاکید وتلقین فرمائی ﴿یا أیها الـذین آمنوا لا تتخذوا بطانة من دونكم لا یألونكم خبالا ودّوا ما عنتم قد بدت البغضاء من أفواههم وما تخفی صدورهم أكبر قد بینا لكم الآیات إن كـنتـم تعقلون، ها أنتم أولاء تحبّونهم ولا یحبّونكم وتـؤمـنـون بالكتاب كلّه وإذ لقوكم قالوا آمنا وإذا خلوا عضّوا علیكم الأنامل من الغیظ قل موتوا بغیظكم إن الله علیم بذات الـصـدور﴾ (آل عمران:۱۱۸،۱۱۹) اے اہل ایمان بندو! تم اپنی جماعت کے لوگوں کے سوا کسی کو گہرا دوست نہ بناؤ، کیونکہ وہ تمہارے ساتھ فساد کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتے، اور تمہارے دکھ پہونچنے کی آرزو رکھتے ہیں، بغض تو ان کے مونہوں سے ظاہر

ہو پڑتا ہے اور جو کچھ وہ اپنے سینوں میں چھپائے ہوئے ہیں وہ اس سے بڑھ کر ہے، ہم نے تمہیں صاف صاف ہدایات دی ہیں اگر تم عقل سے کام لینے والے ہو، تم ایسے ہو کہ ان سے محبت رکھتے ہو اور یہ تم سے ذرا محبت نہیں رکھتے حالانکہ تم تمام آسمانی کتابوں پر ایمان رکھتے ہو، اور جب وہ تم سے ملتے ہیں تو کہہ دیتے ہیں کہ ہم ایمان لائے، اور جب الگ ہوتے ہیں تو تمہارے خلاف انگلیاں مارے غصہ کے چبانے لگتے ہیں، آپ فرما دیجیے: تم اپنے غصہ میں جل مرو، اللہ دلوں کے مخفی راز تک جانتا ہے۔

(۵۱) رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے کی یہودی سازش

قبیلۂ بنو عامر کے دو مقتولین کی دیت کے سلسلہ میں آپ ﷺ بنو النضیر کے یہودیوں کے پاس تشریف لے گئے، انھوں نے خوش اسلوبی سے باتیں کی، مگر درپردہ سازش کی، آپ کو دیوار کے نیچے بٹھا دیا اور اوپر سے ایک یہودی ''عمر بن جحاش'' کو اس پر مامور کر دیا کہ وہ آپ ﷺ پر بھاری پتھر پھینک کر آپ کا کام تمام کر دے، آپ کو اس سازش کی منجانب اللہ اطلاع مل گئی، آپ وہاں سے فوراً واپس آ گئے، اس کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کی ناپاک سازشیں فتنہ پرور یہود نے بارہا بنائیں اور ہر بار ناکام رہے، کعب بن اشرف یہودیوں کا اہم سردار تھا، اس نے بھی آپ کو ایک بار اپنے گھر دعوت دی اور قتل کی سازش کی، مگر آپ کو پہلے ہی منجانب اللہ خبر مل گئی اور آپ دعوت میں تشریف نہ لے گئے، اس طرح ان کی چال ناکام رہی، مفسر ابن کثیر نے اس مضمون کے متعدد واقعات نقل کر دیے ہیں، سب واقعات پیش آئے ہیں اور مندرجہ ذیل آیت کا مصداق ہیں ﴿یا أیها الذین آمنوا اذكروا نعمة الله علیكم إذ همّ قوم أن یبسطوا إلیكم أیدیهم فكفّ أیدیهم عنكم واتقوا الله وعلى الله

toobaa-elibrary.blogspot.com

فليتوكل المؤمنون﴾ (المائدة:۱۱) اے اہل ایمان! اپنے اوپر اللہ کے انعام کو یاد کرو جب ایک گروہ نے تم پر دست درازی کا ارادہ کر لیا تھا مگر اللہ نے ان کے ہاتھ تم پر اٹھنے سے روک دیئے، اور اللہ سے ڈرو، مؤمنوں کو اللہ ہی پر اعتماد کرنا چاہئے۔

(۵۲) بنوالنضیر کا انجام بد

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی سازش علانیہ عہد شکنی تھی، چنانچہ بحکم الٰہی آپؐ نے ان سے کہلوا دیا کہ تم کو دس دن کی مہلت ہے، مدینہ خالی کر دو، ورنہ تم کو قتل کر دیا جائیگا، منافقوں اور بعض بیرونی مشرک قبائل کے اکسانے پر بنونضیر نے نہ جانے کا فیصلہ کیا، تو آپؐ نے صحابہ کے ہمراہ ان کا محاصرہ کیا، ان کے درخت بھی صحابہ نے کاٹے اور جلائے، پھر وہ تنگ آ کر خود ہی جلاوطنی پر آمادہ ہو گئے، ہتھیار لے جانے کی اجازت نہ تھی بقیہ اپنا سب کچھ حتی کہ گھر کے دروازے اور شہتیر بھی لے گئے، یہ واقعہ ربیع الاول ۴ھ کا ہے، اس واقعہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمتِ کاملہ کا اندازہ ہوتا ہے کہ انتقام پر بہمہ وجوہ قدرت کے باوجود آپ نے یہ نرمی فرمائی، قرآن کی سورۃ الحشر پوری اسی واقعہ کے بعد نازل ہوئی ہے، اس میں منافقوں کے طرز عمل، وعدۂ مدد پھر دھوکا دینے کا بھی ذکر آیا ہے۔

(۵۳) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی

منافقین یہود بظاہر دعوائے ایمان کرتے تھے مگر در پردہ ہمہ نوع تخریبی مہم میں سرگرم بھی تھے اور جاہلیت کو از سر نو زندہ کرنے کے لئے تن من دھن سے کوشاں تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف حد درجہ رکیک اور گھٹیا باتیں اور الزامات لگاتے تھے، فطری طور پر اس صورت حال سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کڑھتے تھے، آپ کو رنج ہوتا تھا، قرآن میں آپ کو تسلی دی گئی، صبر کی تلقین کی گئی اور دل شکستگی و حوصلہ شکنی سے روکا گیا، ﴿يا أيها

الرسول لا يحزنك الذين يسارعون فى الكفر من الذين قالوا آمنا بأفواههم ولم تؤمن قلوبهم﴾ (المائدة:۴۱) اے پیغمبر! آپ کے لئے وہ لوگ باعثِ رنج نہ ہوں جو کفر کی راہ میں بڑی تیز گامی دکھا رہے ہیں، (خواہ) ان میں سے ہوں جو اپنے منہ سے کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے مگر دل ان کے ایمان نہیں لائے۔

(۵۴) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شریعتِ اسلام کے مطابق فیصلہ کرنے کی تاکید

یہودیوں کے سرداروں کی ایک جماعت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور آپ کے سامنے اپنا کوئی مقدمہ رکھا اور آپ کو اپنے حق میں مقدمہ کا فیصلہ کرنے پر آمادہ کیا، یہود کے بارے میں یہ بات عام تھی کہ وہ تورات کی سخت سزاؤں کو اپنی تحریفات سے آسان بنا لیا کرتے تھے، پھر وہ شریعتِ اسلامی کے نرم و آسان احکام سے بھی فائدہ اٹھانے لگے اور جہاں ان کو اپنے مذہب کی سزا سخت معلوم ہوتی وہاں وہ اسلامی قانون معلوم کرتے، پھر اگر قانونِ اسلامی ان کی خواہش نفس کے مطابق ہوتا تو مقدمہ فیصلہ کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لاتے اور کبھی کبھی آپ کو اپنی مرضی کے مطابق فیصلہ کرنے پر آمادہ کرنا چاہتے، اس موقعہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا گیا ﴿وأن احكم بينهم بما أنزل الله ولا تتبع أهواء هم واحذرهم أن يفتنوك عن بعض ما أنزل الله إليك﴾ (المائدة:۴۹) اور ہم آپ کو حکم دیتے ہیں کہ آپ ان کے باہمی معاملات میں اس نازل کردہ کتاب کے مطابق فیصلہ فرمایا کیجئے اور ان کی خواہشوں پر عمل درآمد نہ کیجئے اور احتیاط رکھئے کہ یہ لوگ آپ کو خدا کے نازل کردہ کسی حکم سے بچلا نہ دیں اور منحرف نہ کرنے پائیں۔

(۵۵) قیامت کب آئے گی

کفار و مشرکین اور یہود و نصاریٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت کے وقت

toobaa-elibrary.blogspot.com

متعین کے بارے میں سوالات کرتے تھے، مقصد صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پریشان کرنا ہوتا تھا، قرآن میں اس کا بار بار بیان آیا ہے، فرمایا گیا ﴿يسألونك عن الساعة أيان مرساها قل إنما علمها عند ربى لا يجليها لوقتها إلّا هو﴾ (الاعراف: ۱۸۷) یہ لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں سوال کرتے ہیں کہ اس کا وقوع کب ہوگا؟ آپ فرمادیجئے کہ اس کا علم صرف میرے رب ہی کے پاس ہے، اس کو اس کے وقت پر اللہ کے سوا کوئی اور نہ ظاہر کرے گا۔

(۵۶) یہود کا باطل عقیدہ

یہودیوں کے ایک گروہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی کہدیا کہ ہم آپ کی پیروی کیسے کریں؟ جب کہ آپ نے ہمارے قبلہ کی طرف رخ کرنا چھوڑ دیا اور آپ حضرت عزیر کو اللہ کا بیٹا ماننے سے منکر بھی ہیں، قرآن میں ان کے اس عقیدہ کا ذکر ہے ﴿وقالت اليهود عزير ابن الله وقالت النصارىٰ المسيح ابن الله ذلك قولهم بأفواههم﴾ (التوبۃ: ۳۰) یہودی کہتے ہیں کہ عزیر اللہ کے بیٹے ہیں اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ مسیح اللہ کے بیٹے ہیں، یہ بے حقیقت باتیں ہیں جو وہ اپنی زبانوں سے نکالتے ہیں۔

(۵۷) قرآن کا اعجاز

قرآن کریم کتابِ معجز ہے، کفار ومشرکین اور ان کے ساتھ یہود ونصاریٰ اس کے اعجاز کے منکر تھے، اور قرآن کو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ایجاد قرار دیتے تھے، کفار نے اس کا بدل لانے کی بار بار کوشش کی، اور اپنا یہ عزم بھی دہرایا کہ ہم جب چاہیں قرآن کا جواب لا سکتے ہیں، قرآن میں ان کو بزبانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تین بار چیلنج کیا گیا، پہلی

بار یہ کہا گیا کہ اگر تمہارے بس میں ہو تو قرآن کا جواب لاؤ، دوبارہ کہا گیا کہ اگر پورے قرآن کا جواب نہیں بن پڑتا تو دس سورتوں ہی کا جواب لے آؤ، سہ بارہ کہا گیا کہ یہ بھی نہیں ہوسکتا تو ایک ہی سورت کا جواب لے آؤ، مگر ان سے جواب نہ بن پڑا اور سب کو سانپ سونگھ گیا، وہ آیات حسبِ ذیل ہیں ﴿قل لئن اجتمعت الإنس والجن علىٰ أن يأتوا بمثل هذا القرآن لا يأتون بمثله ولو كان بعضهم لبعض ظهيرا﴾ (بنواسرائیل: ۸۸) آپ فرمادیجئے کہ اگر انسان اور جن سب کے سب مل کر اس قرآن جیسی کوئی چیز لانے کی کوشش کریں تو نہ لا سکیں گے خواہ وہ سب ایک دوسرے کے مددگار ہی کیوں نہ ہوں۔

﴿فليأتوا بحديث مثله إن كانوا صادقين﴾ (الطور: ۳۴) اگر یہ اپنے قول میں سچے ہیں تو اسی شان کا ایک کلام لے آئیں، ﴿قل فأتوا بعشر سور مثله مفتريات وادعوا من استطعتم من دون الله إن كنتم صادقين﴾ (ہود: ۱۳) آپ فرمادیجئے تم اس جیسی دس گھڑی ہوئی سورتیں لے آؤ، اور اللہ کے سوا اور جو جو تمہارے معبود ہیں سب کو مدد کے لئے بلالو اگر تم سچے ہو۔

﴿وإن كنتم فى ريب مما نزلنا علىٰ عبدنا فأتوا بسورة من مثله وادعوا شهداء كم من دون الله إن كنتم صادقين فإن لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتّقوا النار التى وقودها الناس والحجارة أعدّت للكافرين﴾ (البقرۃ: ۲۳، ۲۴) اگر تمہیں اس بارے میں شک ہے کہ یہ کتاب جو ہم نے اپنے بندے پر اتاری ہے یہ ہماری ہے یا نہیں تو اس کے مانند ایک ہی سورت بنالاؤ، اور ایک اللہ کو چھوڑ کر اپنے سارے ہم نواؤں کو بلالو اگر تم سچے ہو، لیکن اگر تم ایسا نہ کرسکے اور ہرگز نہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

کرسکو گے تو اس آگ سے ڈرو جس کا ایندھن لوگ اور پتھر بنیں گے جو منکرین حق کے لئے مہیا کی گئی ہے۔

(۵۸) آسمانی کتاب کا انکار

کفار و یہود نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اللہ نے تو کسی انسان پر کوئی کتاب اتاری ہی نہیں ہے، پھر آج آپ کیسے یہ دعویٰ کررہے ہیں کہ قرآن اللہ کا کلام ہے، کفار نے یہ گستاخانہ بات اپنے عقیدہ کے مطابق کہی تھی جب کہ یہود نے صرف عناداً وتکذیباً یہ بات کہی، قرآن کہتا ہے ﴿وما قدروا اللّٰه حق قدره إذ قالوا ما أنزل الله على بشر من شيئ، قل من أنزل الكتاب الذى جاء به موسى نوراً وهدىً للناس تجعلونه قراطيس تبدونها وتخفون كثيرا وعلّمتم مالم تعلموا أنتم ولا آباؤكم، قل الله ثم ذرهم فى خوضهم يلعبون﴾ (الانعام:۹۱)

اور انھوں نے اللہ کو نہیں پہچانا جو اس کے پہچاننے کا حق تھا، جب انھوں نے یہ کہدیا کہ خدا نے کسی بشر پر کوئی چیز نہیں اتاری، آپ فرمادیجئے کہ وہ کتاب کس نے نازل کی تھی جسے لیکر حضرت موسیٰ آئے تھے، جو تمام انسانوں کے لئے روشنی اور ہدایت تھی جسے تم مختلف پاروں میں رکھتے ہو، کچھ دکھاتے ہو اور بہت کچھ چھپا جاتے ہو، اور تم کو وہ سکھایا گیا جسے نہ تم جانتے تھے اور نہ تمہارے باپ دادا، آپ فرمادیجئے کہ وہ کتاب اللہ نے نازل کی تھی، پھر آپ انھیں اپنی بے ہودگیوں میں پڑے رہنے دیجئے۔

غزوات رسول صلی اللہ علیہ وسلم

(۵۹) غزوۂ بدر الکبریٰ

کتب سیرت میں غزوۂ بدر کی پوری تفصیلات، اسباب، محرکات وعوامل، عواقب ونتائج، مضمرات سب سے بحث کی گئی ہے، ابن ہشام نے ۷۵ رصفحات سے زائد اس غزوہ کے بیان پر صرف کیا ہے، زاد المعاد میں بھی اس کا تفصیلی بیان ہے، مختلف مصنفین نے مستقل کتابیں اس غزوہ پر تحریر کی ہیں، اور اس اہمیت کی وجہ یہی ہے کہ یہ اسلام کا پہلا فیصلہ کن معرکہ تھا جس میں حق اور باطل کا فرق نمایاں ہوکر سامنے آیا، اسی لئے قرآن نے بھی اس کو یوم الفرقان سے تعبیر کیا ہے، غزوہ کی پوری روداد اور تفصیل کا ذکر ہمارے موضوع سے خارج ہے، ہم اس کے بعض وہ اہم اجزاء مختصراً ذکر کریں گے جن کا حوالہ قرآن میں آیا ہے۔

غزوہ کا اصل پس منظر یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابوسفیان (جو اس وقت کافروں کے اہم سردار تھے) کے قافلۂ تجارت کی شام سے واپسی کی خبر ملی کفار کی عداوتوں اور دھمکیوں کے پیش نظر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قافلہ پر حملہ کا ارادہ فرمایا، آپ نے صحابہ کو اس کے مقابلہ پر آمادہ کیا، دوسری طرف ابوسفیان نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مجوزہ حملہ کی کچھ سن گن پاکر اپنا قاصد مکہ بھیج دیا، چنانچہ قریش جنگ کی تیاری سے لیس ہوکر چل پڑے، ابوسفیان ساحلی راستہ سے بچتا بچاتا نکل گیا، اب جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قافلۂ تجارت کے چلے جانے اور کفار کی مسلح افواج کے جنگ کے لئے مکہ سے نکل پڑنے کی اطلاع ملی تو آپ نے صحابہ سے مشورہ کیا، عام طور پر صحابہ (انصار ومہاجرین) نے خوش دلی سے لبیک کہا، اور پھر لشکرِ اسلامی بھی مدینہ سے روانہ ہوگیا،

toobaa-elibrary.blogspot.com

قرآن نے تجارتی قافلہ کو لفظ "عیر" سے اور کفار کی فوج کو "نفیر" سے تعبیر کیا ہے۔ فرمایا گیا ﴿وإذ یعدكم الله إحدى الطائفتين أنها لكم وتودون أن غير ذات الشوكة تكون لكم ويريد الله أن يحق الحق بكلماته ويقطع دابر الكافرين﴾ (الانفال:۷) اور وہ وقت یاد کرو جب اللہ تم سے دو جماعتوں (قافلۂ تجارت اور لشکر کفار) میں سے ایک کا وعدہ کر رہا تھا کہ وہ تمہارے ہاتھ آجائے گی اور تم اس تمنا میں تھے کہ غیر مسلح جماعت (قافلۂ تجارت) تمہارے ہاتھ آجائے، اور اللہ کو یہ منظور تھا کہ اپنے احکام سے حق کا حق ہونا ثابت کردے اور کافروں کی جڑ کاٹ دے۔

بعض مسلمان ابتداء میں فوج کفار سے قتال سے کچھ جھجھک رہے تھے جس کی طرف اشارہ ﴿وإن فريقاً من المؤمنين لكارهون﴾ (مسلمانوں کی ایک جماعت اس کو گراں سمجھ رہی تھی) سے کیا گیا ہے، ورنہ عموماً تمام صحابہ تیار تھے، اور انصار صحابہ نے خصوصاً حضرت مقداد بن عمروؓ اور سعد بن معاذؓ نے بڑی غیرت ایمانی کا ثبوت دیا تھا، اور اسی غزوہ کے موقعہ پر من جانب اللہ چند باتوں کا حکم دیا گیا تھا جن میں فریق مخالف کے سامنے جماؤ، استقامت، بکثرت ذکر الٰہی، اطاعت خدا اور رسول، صبر کی تلقین اور اکڑ، غرور اور ریاء سے اجتناب کی تاکید شامل ہے۔

(ملاحظہ ہو آیت: ۴۵/تا ۴۷/سورۃ الانفال)

(۶۰) قدرت خداوندی ہی اصل ہے

غزوۂ بدر کے دن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا کی کہ "خدایا: تیرے جھٹلانے والے کفار قریش متکبرانہ اکڑتے ہوئے مقابلہ پر آئے ہیں، تو اپنے وعدۂ فتح کو جلد از جلد مکمل فرمادے" چنانچہ پھر حضرت جبریل کے کہنے کے مطابق آپؐ نے مٹی یا کنکری یا ریت کی ایک مٹھی لے کر کفار کی فوج کی جانب پھینکی، اس کے ریزے ہر مشرک

کی آنکھوں میں جا کر گھس گئے، پھر پوری فوج میں ہڑبونگ مچ گئی، سب بھاگنے لگے اور انھیں شکست ہوئی، (۱) یہ ایک غیبی خدائی مدد تھی، قرآن نے اس کی طرف مختصراً اشارہ کر کے یہ درس دیا ہے کہ یہ فتح خدائی امداد کا نتیجہ تھا نہ کہ صرف انسانی محنت کا، اس لئے اپنے عمل پر فخر کا کوئی موقعہ نہیں، کنکری یا مٹی گو آپؐ نے پھینکی لیکن ہر دشمن کی آنکھوں میں اس کے ریزوں کا گھسنا اور پھر حوصلہ پست کر دینا اور شکست دینا قدرتِ خداوندی کے سوا اور کچھ نہیں ہوسکتا، قرآن کہتا ہے ﴿وما رميت إذ رميت ولكن الله رمى وليبلى المؤمنين منه بلاء حسناً﴾ (الانفال:۱۷) اور آپ نے جب خاک کی مٹھی پھینکی تو وہ آپ نے نہیں پھینکی بلکہ اللہ نے پھینکی تا کہ ایمان والوں کی اپنی طرف سے خوب اچھی طرح آزمائش کرلے۔

(۶۱) فتح کی خوشخبری اور فرشتوں کی نصرت

میدان جنگ میں صفوں کی درستگی کے بعد آپؐ اپنی جھونپڑی میں تشریف لائے اور دعا میں مصروف ہوگئے، آپؐ نے اللہ سے گریہ وزاری کرتے ہوئے عرض کیا ﴿اللهم إن تهلك هذه العصابة لا تعبد بعدها فى الأرض، اللهم أنجزنى ما وعدتنى، اللهم نصرك﴾ (خدایا: اگر خدام حق کی یہ چھوٹی سی جماعت آج ہلاک ہوگئی تو پھر روئے زمین پر تیری سچی عبادت نہ ہوگی، خدایا: جو وعدہ مجھ سے کیا ہے اسے پورا فرمادے، تیری مدد کی حاجت ہے) ادھر یہ دعا ہو رہی تھی دوسری طرف خداوند قدوس اپنے ملائکہ سے فرما رہا تھا ﴿أنى معكم فثبتوا الذين آمنوا سألقى فى قلوب الذين كفروا الرعب﴾ (الانفال:۱۲) کہ میں تمہارے ہمراہ ہوں، تم اہل ایمان کو

---

(۱) تفسیر طبری، اور مظہری ملاحظہ ہو۔

ثابت قدم رکھو، میں ابھی کافروں کے دلوں میں رعب ڈالے دیتا ہوں، پھر رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ وحی آئی ﴿إنی ممدّکم بألف من الملائکة مردفین﴾ الانفال:۹) میں تمہاری مدد کے لئے پے در پے ایک ہزار فرشتے بھیج رہا ہوں، غزوۂ بدر کے تذکرہ کے ذیل میں سورۂ آل عمران میں تین ہزار اور پھر پانچ ہزار فرشتوں کی تعداد مذکور ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اولاً ایک ہزار فرشتوں کی مدد کا وعدہ ہوا، پھر دشمن کی مزید فوجوں کی آمد کی خبر سے مسلمانوں کو جو پریشانی ہوئی اس کے ازالہ کے لئے تین ہزار کا وعدہ ہوا، پھر صبر وتقویٰ اور دشمن کی یکبارگی حملہ کی شرطوں کے ساتھ پانچ ہزار کا وعدہ ہوا، بہر حال فرشتوں کے ذریعہ مدد کی گئی اور قرآن کے بقول ﴿وما جعله اللّٰه إلاّ بشریٰ لکم ولتطمئن قلوبکم به﴾ (یہ مدد محض اس لئے کی کہ تمہارے لئے غلبہ وفتح کی بشارت ہو اور تمہارے دلوں کو اس سے قرار آئے، آل عمران:۱۲۶) یہ مدد میدان جنگ فتح کرانے کے لئے نہیں تھی ورنہ ایک ہی فرشتہ کافی ہو جاتا، بلکہ مسلمانوں کے دلوں کی تقویت وتسلی کے لئے اور فتح کی خوشخبری دینے کے لئے تھی۔ بالآخر مسلمانوں کی فتح مبین ہوئی، قرآن نے اس کو بیان کیا ﴿ولقد نصرکم اللّٰه ببدر وأنتم أذلّة فاتقوا اللّٰه لعلکم تشکرون﴾ (آل عمران:۱۲۳) اور اللہ نے جنگ بدر میں تمہاری مدد کی تھی اور اس وقت بھی تم بے سروسامان تھے تو اللہ سے ڈرو تاکہ تم شکر کرو۔

(۶۲) اسیرانِ بدر کا معاملہ

غزوۂ بدر میں اہل حق کی برملا فتح ہوئی، کفار کے ستر افراد جہنم رسید ہوئے اور ستر قید کئے گئے، قیدیوں کو مدینہ لایا گیا، پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے قیدیوں کے ساتھ حسن معاملہ کا حکم فرمایا، صحابہ نے اس حکم پر مکمل عمل کیا حتی کہ خود کھجوروں پر گذارا کر لیا مگر قیدیوں

کو کھانا کھلایا اور آسودہ کیا، قیدیوں میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی اعزہ بھی تھے مگر کوئی امتیازی برتاؤ ان کے ہمراہ نہیں ہوا، اکابر صحابہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیدیوں کے بارے میں مشورہ کیا، حضرت عبداللہ بن رواحہؓ شاعر رسول کی رائے یہ تھی کہ چونکہ یہ مجرمین جہنم کو جھٹلاتے تھے اس لئے ان کی سزا آگ ہی کی ہونی چاہئے، لکڑیاں جمع کی جائیں اور اس میں ان کو جلا دیا جائے، اس موقعہ پر حضرت ابوبکر صدیق (جو ارحم الامۃ کہلاتے ہیں) کی نرم دلی کا ظہور ہوا، ان کی رائے یہ تھی کہ مجرموں کو فدیہ لے کر آزاد کر دیا جائے، یہ اسلام کے لئے قوت وطاقت کی بات ہوگی، مجرموں کو قتل نہ کیا جائے، اس رائے کی اکثر حضرات نے تائید بھی کی، مگر حضرت عمرؓ (جو شدت فی دین اللہ کے وصف میں ممتاز تھے) نے اس رائے کی شدید مخالفت کرتے ہوئے تمام مجرموں کو یکسر جہنم رسید کرنے کا مطالبہ کیا کہ یہ کفار کے پیشوا اور سر برآوردہ لوگ ہیں، یہ دعوتِ اسلامی کے راستہ کی رکاوٹ بنے ہوئے ہیں، اس لئے اب ضروری ہے کہ اسلام کا راستہ محفوظ وپرامن ہو جائے اور دعوت اسلامی کا مشن ہر قسم کی رکاوٹوں اور خطرات سے دور رہ کر نہایت اطمینان وسکون سے انجام دیا جا سکے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خاموشی سے ان آراء کا جائزہ لینے کے بعد جو فیصلہ صادر فرمایا اس میں حضرت ابوبکر کی رائے قابل ترجیح قرار پائی، مگر یہ فیصلہ پھر بارگاہِ الٰہی سے بدل کر حضرت عمرؓ کی رائے کے حق میں دوبارہ ظاہر ہوا، قرآن میں ہے ﴿ماکان لنبیّ أن یکون له أسریٰ حتی یثخن فی الأرض تریدون عرض الدنیا واللّٰه یرید الآخرة واللّٰه عزیز حکیم لولا کتاب من اللّٰه سبق لمسّکم فیما أخذتم عذاب عظیم﴾ (الانفال:۶۷،۶۸)

کسی نبی کے لئے یہ زیبا نہیں ہے کہ اس کے پاس قیدی ہوں جب تک کہ وہ زمین

toobaa-elibrary.blogspot.com

میں دشمنوں کو اچھی طرح کچل نہ دے، تم لوگ دنیا کے فائدے چاہتے ہو حالانکہ اللہ کے پیش نظر آخرت ہے اور اللہ غالب وحکیم ہے، اگر اللہ کا نوشتہ پہلے نہ لکھا جاچکا ہوتا تو جو کچھ تم لوگوں نے لیا ہے اس کی پاداش میں تم کو بڑی سزا دی جاتی۔

سورۂ انفال کی ان آیات سے صراحۃً جنگی قیدیوں کے بارے میں حکم شریعت واضح نہیں ہوتا، یہاں صرف فدیہ لیکر اسیران بدر کی رہائی پر عتاب ہوا ہے، سورۂ محمد کی آیت ۴ میں فدیہ لے کر یا بلا فدیہ چھوڑنے کا اختیار مذکور ہے، حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی یہ بات بیحد معقول ہے کہ سورۂ انفال میں موجود عتاب کی وجہ یہ ہے کہ غزوۂ بدر کے موقعہ پر مسلمانوں کی تعداد کم تھی اس لئے رہائی نامناسب تھی جب کہ بعد میں اسلام کی شوکت اور اہل اسلام کی تعداد میں اضافہ کی وجہ سے اجازت مل گئی، امام المسلمین کو فقہی اعتبار سے جنگی اسیروں کے بارے میں قتل، استرقاق (غلام بنانے) فدیہ، بلا معاوضہ آزاد کرنے کے چاروں اختیارات حاصل ہیں جنہیں وہ مسلمانوں کے حالات وضروریات کے لحاظ سے عملی شکل دے سکتا ہے، ہاں احادیث کے بموجب قیدیوں کے قتل کا حکم خاص حالات میں ہے جب کہ قیدی کسی ایسے سنگین جنگی جرم کا مرتکب ہو جس کی سزا قتل سے کم نہ ہو۔ اس سلسلہ کی مزید تفصیلات کتب فقہ وتفسیر میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

(۶۳) غزوۂ بدر کا مال غنیمت

غزوۂ بدر میں فتح یابی کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقام بدر میں تین روز مقیم رہے، اسی دوران مال غنیمت کی تقسیم واستحقاق کا مسئلہ سامنے آیا، کفار کو شکست دینے کے بعد مسلمانوں کا ایک گروہ دشمن کے تعاقب میں لگا رہا تھا تا کہ دشمن پھر واپس نہ آسکے، اب اس گروہ نے اپنے کو مال غنیمت کا سب سے بڑا مستحق قرار دیا، کیونکہ انھوں نے

دشمنوں کو پسپا کر کے دسروں کو مال غنیمت اکٹھا کرنے کا موقعہ فراہم کیا، مسلمانوں کا دوسرا گروہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت میں تھا تا کہ دشمن کسی طرف سے خفیہ کارروائی نہ کر سکے، اب اس گروہ نے اپنا استحقاق ثابت کیا کیونکہ یہ حفاظتِ رسول کا اہم ترین کام کر رہا تھا، ایک گروہ جو مال غنیمت جمع کر چکا تھا اس نے کہا کہ مال ہم نے اکٹھا کیا ہے اس لئے اس کے اولین مستحق ہم ہیں، صحابہ کرام کا یہ اختلاف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہونچا، اس پر قرآنی حکم نازل ہوا جس کے مطابق اختیار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پورا مال شرکاءِ بدر میں برابر سرابر تقسیم فرما دیا، (۱) قرآن میں وارد ہوا ہے ﴿يسئلونك عن الأنفال قل الأنفال لله والرسول، فاتقوا الله وأصلحوا ذات بينكم وأطيعوا الله ورسوله إن كنتم مؤمنين﴾ (الانفال:۱) لوگ آپ سے مال غنیمت کے بارے میں پوچھتے ہیں، آپ فرما دیجئے: کہ مال غنیمت دراصل اللہ اور اس کے رسول کا ہے، پس اگر تم مؤمن ہو تو اللہ سے ڈرو، اپنا آپس کا معاملہ درست رکھو اور اللہ ورسول کی اطاعت میں سرگرم ہو جاؤ۔

۱؎ مسند احمد ومستدرک حاکم ملاحظہ ہو۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

غزوۂ احد

(۶۴) صف بندی وترتیب

شوال ۳ھ میں بدر کی ہزیمت کے انتقام کے لئے ۳ر ہزار کے لاؤ لشکر کے ساتھ کفار مکہ مدینہ پر حملے کے ارادہ سے نکلے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوا، آپ نے صحابہ سے مشورہ کیا، آپ کی رائے یہ تھی کہ اہل اسلام مدینہ ہی میں رہیں، از خود کافروں کو نہ چھیڑیں، ہاں اگر کفار حملہ آور ہوں تو پھر جوابی کارروائی کی جائے، غزوۂ بدر میں شریک نہ ہوسکنے والے بعض پُر جوش صحابہ کی رائے باہر نکل کر مقابلہ کی تھی، عبداللہ بن ابی منافق اس موقعہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مؤید تھا، صحابہ کی باہمی گفتگو کے دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور اندر جاکر زرہ پہنی اور باہر آئے، اب باہر مقابلہ کے خواہاں صحابہ کو ندامت ہوئی کہ ہماری وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ناگواری ہوئی، اور انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اگر آپ چاہیں تو اندر ہی رہ کر مقابلہ کیا جائے، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلح ہونے کے بعد جنگ سے قبل ہتھیار رکھ دینا نبی کے شایان شان نہیں، چنانچہ مسلمانوں کا لشکر جبل احد کی وادی میں فروکش ہوا، آپ نے اپنی پشت احد کی طرف کی اور پھر خود فوجی قاعدہ سے صفوں کو مرتب کیا، حضرت مصعب بن عمیر کو علم دیا، حضرت عبداللہ بن جبیرؓ کو پچاس تیر اندازوں کے ساتھ پشت کی جانب ٹیلہ پر حفاظت کا کام سونپا اور ان سے فرمایا ’’کہ تیر اندازی سے شہ سواروں کی پیش قدمی روکو اور انھیں ہماری پشت پر نہ آنے دو، لڑنے والوں کی فتح وشکست سے کوئی تعلق نہ رکھو اور اپنی جگہ سے نہ ہٹو‘‘ یہ بے انتہا حکیمانہ اقدام تھا اور بعد میں انھیں تیر اندازوں کی بے احتیاطی

سے مسلمانوں کو غزوۂ احد میں شکست کا سامنا کرنا پڑا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام لوگوں کو یہ بھی حکم دیا کہ بغیر اجازت کے کوئی جنگ کا آغاز نہ کرے۔ قرآن نے اسی صف بندی کا منظر یوں بیان کیا ہے ﴿وإذ غدوت من أهلك تبوئ المؤمنين مقاعد للقتال، والله سميع عليم﴾ (آل عمران: ۱۲۱) یاد کیجئے اس وقت کو جب آپ صبح سویرے اپنے گھر سے نکلے تھے اور لڑائی کے لئے مسلمانوں کو جا بجا مورچوں پر بیٹھا رہے تھے، اور اللہ سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے۔

(۶۵) منافقین کی غداری

غزوۂ احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہزار کی جمعیت کے ساتھ مدینہ سے باہر نکلے، عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین مدینہ کے اندر ہی رہ کر جنگ کا مؤید تھا، اب اسے موقعہ مل گیا اور وہ اپنے ایک تہائی لشکر یعنی ۳۰۰ر آدمیوں کو لے کر مقام ’’شوط‘‘ سے یہ کہتا ہوا واپس ہوگیا کہ میری بات تو مانی نہیں گئی، ہم بلا وجہ اپنی جان کیوں گنوائیں؟ عبداللہ بن ابی کا بنیادی مقصد اس متمردانہ حرکت سے ایسے نازک موڑ پر اسلامی لشکر میں اضطراب پیدا کرنا تھا، اس کا یہ مقصد تکمیل کے قریب تھا اس لئے کہ خزرج سے تعلق رکھنے والا قبیلہ سلمہ اور اوس کا قبیلہ بنی حارثہ دونوں میدان سے واپسی کا ارادہ کر رہے تھے مگر اللہ نے اہل حق کے پاؤں جما دیئے، منافقوں کی مراد بر نہ آسکی اور ان کی سازش بےکار ہوگئی، بنوسلمہ وبنوحارثہ کے بارے میں قرآن گویا ہے ﴿إذ همت طائفتان منكم أن تفشلا والله وليهما وعلى الله فليتوكل المؤمنون﴾ (آل عمران: ۱۲۲) جب تم میں سے دو جماعتوں نے ہمت ہارنے کا ارادہ کیا تھا، حالانکہ اللہ ان کی مدد کو موجود تھا، اور مؤمنوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہئے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

منافقین کے اس فیصلہ پر صحابہ میں سے بعض نے ان کو سمجھایا بھی مگر وہ نہ مانے بلکہ یہ کہا کہ ہم کو جنگ نہ ہونے کا یقین ہے ورنہ ہم ضرور چلتے، قرآن اس واقعہ کو اپنے منفرد پیرایۂ بیان میں یوں ذکر کرتا ہے ﴿وليعلم الذين نافقوا وقيل لهم تعالوا قاتلوا فى سبيل الله أو ادفعوا قالوا لو نعلم قتالا لاتبعناكم، هم للكفر يومئذ أقرب منهم للإيمان يقولون بأفواههم ما ليس فى قلوبهم والله أعلم بما يكتمون، الذين قالوا لإخوانهم وقعدوا لو أطاعونا ما قتلوا قل فادرأوا عن أنفسكم الموت إن كنتم صادقين﴾ (آل عمران: ۱۶۷، ۱۶۸) تا کہ اللہ منافقوں کو جان لے، ان سے کہا گیا کہ آؤ راہ خدا میں لڑو یا مدافعت کرو، کہنے لگے کہ اگر ہمیں علم ہوتا کہ آج جنگ ہوگی تو ہم ضرور تمہارے ساتھ چلتے، اس وقت وہ ایمان کی بہ نسبت کفر سے زیادہ قریب تھے، یہ لوگ زبان سے ایسی بات کہتے ہیں جو فی الواقع ان کے دلوں میں نہیں ہے، جو کچھ وہ دلوں میں چھپائے ہوئے ہیں خدا اس سے خوب باخبر ہے، یہ وہی لوگ ہیں کہ خود تو بیٹھے رہے اور ان کے جو بھائی بند لڑنے گئے اور مارے گئے ان کے بارے میں انھوں نے کہہ دیا کہ اگر وہ ہماری بات پر چلے ہوتے تو کبھی نہ مارے جاتے، اے نبی: آپ کہہ دیجئے: اچھا اگر تم سچے ہو تو جب موت تمہارے سرہانے آ کھڑی ہو تو اسے نکال باہر کرنا۔

(۶۶) غزوۂ احد کی عارضی شکست

جنگ احد کے ابتدائی مرحلہ میں فتح کے بعد جب کافروں کے قدم اکھڑ گئے تو ٹیلہ پر مامور تیر اندازوں نے حکم نبوت کے خلاف فتح کی خوشی میں بے احتیاطی کی اور مال غنیمت جمع کرنے لگے، پچاس میں سے چالیس افراد نے اپنے کمانڈر کے سمجھانے کے باوجود

اپنے مورچے چھوڑ دیئے، اس صورت حال کا فائدہ حضرت خالد بن ولیدؓ (جو اس وقت مسلمان نہ ہوئے تھے اور کافروں کے اہم کمانڈر تھے) نے اٹھا کر پشت پر سے مسلمانوں پر زبردست حملہ کیا، اس طرح مسلمان گھیرے میں آگئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی زخمی ہوئے مگر ڈٹے رہے، اسی دوران حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی افواہ پھیلی جس کی وجہ سے عجیب صورت حال پیدا ہوگئی، بہرحال پھر اس افواہ کی تردید ہوئی، مسلمانوں نے پھر کافروں کا مقابلہ کیا، اس جنگ میں ۷۰ر مسلمان شہید ہوئے، یہ جو صورت حال مسلمانوں کے ساتھ پیش آئی قرآن نے اس پر تبصرہ کیا ہے اور اہل ایمان کو تسلی بھی دی ہے ﴿ولا تهنوا ولا تحزنوا وأنتم الأعلون إن كنتم مؤمنين، إن يمسسكم قرح فقد مس القوم قرح مثله وتلك الأيام نداولها بين الناس وليعلم الله الذين آمنوا ويتخذ منكم شهداء والله لا يحب الظالمين وليمحص الله الذين آمنوا ويمحق الكافرين أم حسبتم أن تدخلوا الجنة ولما يعلم الله الذين جاهدوا منكم ويعلم الصابرين﴾ (آل عمران: ۱۳۹-۱۴۲) دل شکستہ نہ ہو، غم نہ کرو، تم ہی سب سے سربلند ہو بشرطیکہ تم سچے مؤمن ہو، اس وقت اگر تمہیں چوٹ لگی ہے تو اس سے پہلے (غزوۂ بدر میں) ایسی ہی چوٹ تمہارے مخالف فریق کو لگ چکی ہے، یہ تو زمانہ کے نشیب وفراز ہیں جنہیں ہم لوگوں کے درمیان گردش دیتے رہتے ہیں، (یہ حادثہ اس لئے تھا) تا کہ اللہ جان لے کہ سچا ایمان رکھنے والے کون ہیں اور تا کہ تم میں سے کچھ کو شہید بنائے، اور اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا، اور تا کہ اللہ ایمان والوں کو میل کچیل سے صاف کر دے اور کافروں کو مٹا دے، کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ یوں ہی جنت میں چلے جاؤ گے حالانکہ ابھی اللہ نے یہ تو دیکھا ہی نہیں کہ تم میں کون وہ لوگ ہیں جو اس کی راہ میں جہاد کرنے والے اور صبر کرنے والے ہیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۶۷) صبر و تحمل کی تلقین

غزوۂ احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی زخمی کیا گیا، آپ کا دندانِ مبارک شہید اور رخِ انور مجروح ہوا، آپ کی زبانِ مبارک سے کفار کے حق میں کچھ بددعا کے کلمات نکل گئے، آپ نے فرمایا کہ ''وہ قوم کیسے فلاح پا سکے گی جس نے اپنے نبی کے ساتھ یہ معاملہ کیا، اس قوم پر اللہ کا سخت عذاب ہو جس نے پیغمبروں کا چہرہ خون آلود کر دیا'' (طبرانی) آپ کی اس بددعا کے جواب میں اللہ نے آپ کو صبر و تحمل کی تلقین کی اور بددعا سے منع کیا، قرآن کہتا ہے ﴿ليس لك من الأمر شيئ أو يتوب عليهم أو يعذّبهم فإنهم ظالمون﴾ (آل عمران: ۱۲۸) اے پیغمبر! اس معاملہ میں (یعنی دشمنانِ حق کے بخشے جانے یا نہ بخشے جانے کے معاملے میں) تمہیں کوئی دخل نہیں، یہ اللہ کے ہاتھ ہے چاہے تو ان سے درگذر کرے اور چاہے تو انہیں عذاب دے کیونکہ یقیناً وہ ظالم ہیں، مولانا آزاد کے بقول ''ضمناً اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ ظلم و کفر کرنے والوں کی بدعملیاں کتنی ہی سخت کیوں نہ ہوں لیکن ہادی و مصلح کو ان کی ہدایت سے مایوس نہ ہونا چاہئے اور نہ رحمت و بخشش کی طلب کے سوا کوئی اور جذبہ اپنے اندر پیدا کرنا چاہئے، بخشنا یا نہ بخشنا خدا کا کام ہے اور اسی پر چھوڑ دینا چاہئے، جنگ احد میں خود پیغمبر اسلام پر دشمنوں نے پے در پے حملے کئے اور انھیں ہلاک کر ڈالنا چاہا، تاہم خدا نے پسند نہیں کیا کہ دشمنوں کی ہدایت و بخشش کی طلب کے سوا کوئی جذبہ ان کے قلب مطہر میں پیدا ہوا''۔

(ترجمان القرآن ج/۲/ص/۳۵۸)

(۶۸) غزوۂ ذات الرقاع اور نمازِ خوف

غطفان کے قبائل بنو محارب اور بنو ثعلبہ کے مسلمانوں پر حملہ کی خاطر اجتماع کی خبر سن

کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کی چار سو یا سات سو کی جمعیت کے ساتھ نجد کے علاقہ کی طرف روانہ ہوئے، (۱) حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کا بیان ہے کہ ہر چھ آدمی پر ایک اونٹ تھا، باری باری سوار ہوتے تھے، پیادہ چلنے کے نتیجے میں پاؤں چھلنی اور زخمی ہو گئے، ناخن گر گئے، لوگوں نے پیروں پر پٹیاں اور کپڑوں کے ٹکڑے باندھ لئے، اسی لئے اس کا نام غزوۂ ذات الرقاع (پٹیوں والا غزوہ) پڑ گیا، (۲) اس موقعہ پر دشمنوں کے ایک گروہ کا سامنا ہوا، لیکن جنگ نہیں ہوئی، اس غزوہ میں آپ نے صحابۂ کرام کو نماز خوف پڑھائی، جس کی تفصیلات کتبِ احادیث میں درج ہیں، بحالتِ جنگ نماز خوف کے سلسلہ میں سورۃ النساء کی چند آیات بھی نازل ہوئیں، فرمایا گیا ﴿وإذا ضربتم فى الأرض فليس عليكم جناح أن تقصروا من الصلاة إن خفتم أن يفتنكم الذين كفروا إن الكافرين كانوا لكم عدوا مبينا، وإذا كنت فيهم فأقمت لهم الصلوة فلتقم طائفة منهم معك وليأخذوا أسلحتهم، فإذا سجدوا فليكونوا من ورائكم ولتأت طائفة أخرىٰ لم يصلوا فليصلّوا معك وليأخذوا حذرهم وأسلحتهم، ودّ الذين كفروا لو تغفلون عن أسلحتكم وأمتعتكم فيميلون عليكم ميلة واحدة، ولا جناح عليكم إن كان بكم أذىً من مطر أو كنتم مرضىٰ أن تضعوا أسلحتكم، وخذوا حذركم إن الله أعدّ للكافرين عذابا مهينا﴾ (النساء: ۱۰۱، ۱۰۲)

اور جب تم زمین میں سفر کیا کرو تو تم پر اس باب میں کوئی مضائقہ نہیں کہ نماز میں اختصار کر دو اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ کافر لوگ تمہیں ستائیں گے، بے شک کافر تو تمہارے کھلے ہوئے دشمن ہی ہیں، اور جب آپ ان کے درمیان ہوں اور ان کے لئے نماز قائم

۱ عام طور سے اصحاب سیر و مغازی نے اس غزوہ کا وقوع ۴ھ میں بتایا ہے، جب کہ امام بخاری کا رجحان اس کے ۷ھ میں خیبر کے بعد وقوع کی طرف ہے۔ ۲ صحیح البخاری: باب غزوۃ الرقاع ۲/۵۹۲۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

کریں تو چاہئے کہ ان میں سے ایک گروہ آپ کے ساتھ کھڑا ہو جائے اور وہ لوگ اپنے ہتھیار لئے رہیں، پھر جب وہ سجدہ کر چکیں تو اب وہ پیچھے ہو جائیں اور دوسرا گروہ جس نے ابھی نماز نہیں پڑھی ہے وہ آجائے، اور وہ آپ کے ساتھ نماز پڑھے، اور یہ لوگ بھی اپنے بچاؤ کا سامان اور اپنے ہتھیار ساتھ لئے رہیں، کافروں کی تو خواہش ہی یہ ہے کہ تم اپنے ہتھیاروں اور اپنے سامانوں سے ذرا غافل ہو جاؤ تو یہ لوگ تمہارے اوپر یکبارگی ہی ٹوٹ پڑیں، اور تمہارے لئے اس میں بھی کوئی مضائقہ نہیں کہ اگر تمہیں بارش سے تکلیف ہو رہی ہو یا تم بیمار ہو تو اپنے ہتھیار اتار رکھو اور اپنے بچاؤ کا سامان لئے رہو، بے شک اللہ نے کافروں کے لئے ایک رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے۔

نماز خوف کا یہ مذکور طریقہ اس صورت میں ہے کہ قتال ابھی شروع نہ ہوا ہو اور نماز باجماعت کا موقعہ ہو، دشمن کے حملہ کا خطرہ تو ہو مگر معرکۂ قتال گرم نہ ہو، لیکن اگر معرکہ گرم ہو اور جماعت کا اہتمام سرے سے بن ہی نہ پڑے تو اس صورت میں نماز الگ الگ پڑھی جائے گی، سوار یا پیادہ ہر حال میں درست ہوگی، رکوع وسجدہ کے لئے اشارہ کافی ہو جائے گا، استقبال قبلہ بھی ضروری نہ رہے گا(۱) اسی کا ذکر سورۂ بقرہ میں وارد ہوا ہے ﴿فإن خفتم فرجالا أو ركبانا﴾ (البقرة:۲۳۹) لیکن اگر تمہیں اندیشہ ہو تو تم پیدل ہی پڑھ لیا کرو یا سواری پر۔

یہاں یہ ملحوظ رہے کہ نماز خوف کی اجازت صرف دشمن ہی سے خطرہ تک محدود نہیں بلکہ دوسرے خطرات پر بھی حاوی ہے۔(۲)

۱: ملاحظہ ہو تفسیر ماجدی اول ص/۷۸۹۔ ۲: ملاحظہ ہو تفسیر قرطبی وروح المعانی وغیرہ

غزوۂ خندق

(۶۹) یہودیوں کی پالیسی

غزوۂ احد کے کچھ عرصہ بعد مدینہ کے یہودی سرداروں کا ایک وفد قریش مکہ سے ملاقات کے لئے مکہ گیا، اور قریش سے مسلمانوں کے خلاف تعاون کا معاہدہ کیا، قریش نے توثیق عہد کی علامت کے طور پر یہودیوں سے ''جبت اور طاغوت'' نامی دو بتوں کے سامنے سجدہ کرایا، پھر قریش نے ان سے پوچھا کہ ہمارا دین بہتر ہے یا پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا؟ اور ساتھ ہی اپنی خدمت کعبہ، خدمت حجاج، طواف وعمرہ کا تذکرہ بھی کر دیا، یہودیوں نے جواب دیا کہ تم حق پر ہو، تمہارا دین بہتر ہے، محمد گمراہ ہو چکا ہے (معاذ اللہ) اس سے زیادہ راہ یاب تم ہو۔ اسی طرح کا معاہدہ یہودیوں نے قبیلۂ غطفان کے ساتھ کیا، پھر اس کے کچھ وقفہ کے بعد کفار کی اجتماعی افواج مسلمانوں پر حملہ کے لئے مدینہ کی طرف نکلیں۔ قرآن کی درج ذیل آیات میں اسی کی طرف اشارہ ہے ﴿ألم تر إلى الذين أوتوا نصيبا من الكتاب يؤمنون بالجبت والطاغوت ويقولون للذين كفروا هؤلاء أهدى من الذين آمنوا سبيلا، أولئك الذين لعنهم الله، ومن يلعن الله فلن تجد له نصيرا﴾ (النساء:۵۱-۵۲) کیا آپ ان لوگوں کا حال نہیں دیکھتے جنہیں کتاب سے بہرہ ور کیا گیا تھا، یہ بت اور شیطان کو مانے ہوئے ہیں، اور کافروں کی بابت کہتے ہیں کہ ''مسلمانوں سے تو کہیں زیادہ یہی لوگ سیدھے رستہ پر ہیں'' یہی لوگ ہیں جن پر خدا کی پھٹکار پڑی، اور جس کسی پر اس کی پھٹکار پڑی تو ممکن نہیں تم کسی کو اس کا مددگار پاؤ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

واقعہ یہی ہے کہ جب کسی گروہ میں حق کی پیروی کے بجائے گروہ بندی کا جذبہ جڑ پکڑ لیتا ہے تو پھر وہ حق وباطل کا امتیاز باقی نہیں رکھتا، بلکہ وہ مخالف گروہ کو زک پہونچانے اور اپنی بات بنانے ہی کا بہرصورت آرزومند ہوتا ہے خواہ اس کے لئے اپنے اصولوں اور عقیدوں کی خلاف ورزی کیوں نہ کرنی پڑے، مولانا آزاد نے لکھا ہے ''یہی حال مدینہ کے یہودیوں کا تھا، وہ ہمیشہ بت پرستی کے مخالف رہے اور بت پرستوں کی تحقیر وتذلیل کرتے رہے، لیکن اب مسلمانوں کی ضد میں آکر بت پرستوں کی تعریف کرتے اور کہتے ''ان مسلمانوں سے تو مشرکوں ہی کا طور طریقہ زیادہ قرین صواب ہے''۔

(ترجمان القرآن: ٢/٤٧٤)

(٧٠) منافقین کی عیاری

غزوۂ خندق (احزاب) شوال ۵ھ میں پیش آیا، کفار مکہ یہودیوں کے معاہدہ کے مطابق دس ہزار کے لشکر کے ساتھ مدینہ کی طرف روانہ ہوئے، اس موقعہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے مشورہ کیا، حضرت سلمان فارسیؓ کے مشورہ سے خندق کھودنے کی تجویز طے پائی، کام تقسیم کیا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کھدائی کے کام میں حصہ لیا، تمام اہل ایمان نے بڑی استقامت کے ساتھ بھوک اور مشقت کے عالم میں خندق کھودی۔

اس موقعہ پر منافقین نے نفاق کا مظاہرہ کیا، وہ آکر معمولی سا کام دکھاوے کے لئے کرتے تھے اور پھر چپکے سے غائب ہوجاتے جب کہ مخلص اہل ایمان ہمہ تن منہمک تھے اور شدید ضرورت کے موقعہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر جاتے تھے، منافقین کے اس طرزِ عمل کا نقشہ قرآن نے یوں کھینچا ہے ﴿قد یعلم اللہ الذین

یتسللون منکم لواذا فلیحذر الذین یخالفون عن أمره أن تصیبهم فتنة أو یصیبهم عذاب ألیم﴾ (النور:٦٣) اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو خوب جانتا ہے جو آڑ میں ہوکر تم سے کھسک جاتے ہیں، تو جو لوگ اللہ کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں ان کو اس سے ڈرنا چاہئے کہ ان پر کوئی آفت آن پڑے یا ان پر کوئی دردناک عذاب نازل ہوجائے۔

(٧١) صورت حال کی سنگینی

کفار کی اتنی منظم قوت اور جمعیت کے حملے کی وجہ سے مسلمان مضطرب، خائف اور پریشان ہوگئے تھے، قرآن نے اس کا بڑا ادیبانہ اور بلیغانہ تذکرہ کیا ہے ﴿إذ جاء وكم من فوقكم ومن أسفل منكم وإذ زاغت الأبصار وبلغت القلوب الحناجر وتظنون بالله الظنونا، هنالك ابتلى المؤمنون وزلزلوا زلزالاً شديداً﴾ (الاحزاب:١٠-١١) جب کہ دشمنوں کے لشکر تمہارے اوپر سے اور نیچے سے تم پر چڑھ آئے، جب خوف کے مارے آنکھیں پتھرا گئیں، کلیجے منہ کو آگئے، اور تم لوگ اللہ کے بارے میں طرح طرح کے گمان کرنے لگے، اس وقت ایمان لانے والے خوب آزمائے گئے اور بری طرح ہلا مارے گئے۔

اہل ایمان کے دلوں میں یہ وساوس وخیالات طبعی طور پر بے اختیارانہ آئے تھے جو گناہ نہیں ہیں، ورنہ درحقیقت اہل ایمان کا ایمان بیحد مضبوط تھا، قرآن بیان کرتا ہے ﴿ولما رأى المؤمنون الأحزاب قالوا هذا ما وعدنا الله ورسوله وصدق الله ورسوله وما زادهم إلاّ إيمانا وتسليما﴾ (الاحزاب:٢٢) جب اہل ایمان نے ان لشکروں کو دیکھا تو کہا کہ یہ وہی ہے جس کی ہم کو اللہ ورسول نے خبر دی تھی اور اللہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

ورسول نے سچ فرمایا تھا، اوراس سے ان کے ایمان وانقیاد میں ترقی ہوگئی۔

(۷۲) اہل ایمان کی فتح

غزوۂ احزاب کی پوری تفصیل، منافقوں کی بدعہدی، ان کے سازشی رول اور کردار کا مکمل ذکر کتبِ سیرت میں موجود ہے، اس کا تذکرہ ہمارے موضوع سے خارج ہے، بالآخر اللہ نے کفار میں پھوٹ ڈالدی، ان کے پاؤں اکھاڑ دیئے، ان پر سخت برفانی ہوا مسلط کردی جس نے ان کے خیمے اکھاڑ پھینکے، ہنڈیاں، چولہوں سے اڑادیں، فرشتوں کو بھیج کران کے دلوں پر رعب طاری کردیا، بدحواسی کے عالم میں وہ سب بھاگ کھڑے ہوئے، قرآن نے اہل ایمان کی کامیابی اور اللہ کے فضل کا ذکر کیا ہے ﴿ یـا أیهـا الـذین آمنوا اذکروا نعمة اللّٰه علیکم إذ جاء تکم جنود فأرسلنا علیهم ریحـا وجـنودا لم تروها وکان اللّٰه بما تعملون بصیرا﴾ (الاحزاب:۹)
اے مؤمنو! خدا کی اس مہربانی کو یاد کرو جو اس نے تم پر اس وقت کی جب فوجیں تم پر حملہ کرنے کو آئیں تو ہم نے ان پر ہوا بھیجی اور ایسے لشکر اتارے جن کو تم دیکھ نہیں سکتے تھے، اور جو کام تم کرتے ہو خدا ان کو دیکھ رہا ہے۔

﴿ ورد اللّٰه الـذین کـفروا بـغیظهم لم ینالوا خیرا، وکفی اللّٰه المؤمنین القتال، وکان اللّٰه قویا عزیزا﴾ (الاحزاب:۲۵) اللہ نے کفار کا منہ پھیردیا، وہ کوئی فائدہ حاصل کئے بغیر اپنے دل کی جلن لئے یوں ہی پلٹ گئے اور مؤمنوں کی طرف سے اللہ ہی لڑنے کے لئے کافی ہوگیا، اللہ بڑی قوت والا اور زبردست ہے۔

(۷۳) غزوۂ بنوقریظہ

یہودیوں کے قبیلہ "بنوقریظہ" نے درپردہ کفار کی مدد کر کے مسلمانوں سے کئے گئے

معاہدہ کی صریح خلاف ورزی کی تھی، غزوۂ خندق میں کامیابی کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر چڑھائی کی، وہ قلعہ بند ہوگئے، اسلامی لشکر نے قلعہ کا محاصرہ کرلیا، پھر انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سپر اندازی اور آپ کے فیصلہ پر رضامندی ظاہر کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے حضرت سعد بن معاذؓ کو فیصلہ کا ذمہ دار بنایا، وہ غزوۂ خندق میں تیر سے سخت زخمی ہوگئے تھے، انہوں نے فیصلہ کیا کہ جوانوں کو قتل اور عورتوں، بچوں، بوڑھوں کے ساتھ جنگی قیدیوں کا معاملہ کیا جائے ان کو غلام بنا کر ان کی تمام املاک مسلمانوں میں تقسیم کردی جائیں، چنانچہ جوانوں کو قتل کیا گیا، بعض جوان مسلمان ہوگئے تو ان کو آزاد کردیا گیا۔

قرآن نے اس غزوہ کا ذکر کیا ہے ﴿وأنـزل الـذیـن ظـاهروهم من أهل الـکتـاب مـن صیـاصیهـم وقـذف فـی قـلـوبهـم الـرعب فریقا تقتلون وتـاسـرون فـریـقـا، وأورثـکـم أرضهم ودیارهم وأموالهم وأرضا لم تـطـؤها، وکان اللّٰه علی کل شیئ قدیرا﴾ (الاحزاب:۲۶-۲۷) اہل کتاب میں سے جن لوگوں نے ان حملہ آوروں کا ساتھ دیا تھا، اللہ ان کے قلعوں سے انھیں اتار لایا اور ان کے دلوں میں اس نے رعب ڈال دیا، بعض کو تم قتل کرنے لگے اور بعض کو قید کرلیا، اور ان کی زمین اور ان کے گھروں اور ان کے اموال کا تم کو مالک بنادیا اور ایسی زمین کا بھی جس پر تم نے ابھی قدم تک نہیں رکھا، اور اللہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔

(۷۴) واقعۂ افک

۶ھ میں غزوۂ بنوالمصطلق سے واپسی پر یہ واقعہ پیش آیا، حضرت عائشہؓ سفر میں ایک پڑاؤ پر قضائے حاجت کے لئے باہر تشریف لے گئیں، واپس آئیں تو قافلہ روانہ ہوچکا

toobaa-elibrary.blogspot.com

تھا، حضرت صفوانؓ (جو قافلہ سے پیچھے خبر گیری کے لئے چلنے پر مامور تھے) پہونچے تو حضرت عائشہؓ کو دیکھا، پھر اپنا اونٹ بٹھادیا، آپ اس پر بیٹھیں، حضرت صفوان پیدل اونٹ کی نکیل تھامے قافلہ میں پہونچے، منافقوں کے سردار عبداللہ ابن ابی کو موقعہ ملا، اس نے حضرت عائشہ پر بہتان طرازی اور تہمت تراشی کی، منافقین کی اس سازش میں تین مخلص مسلمان (حضرت حسان بن ثابت، مسطح بن اثاثہ، حمنہ بنت جحش) بھی گرفتار ہوئے اور وہ بھی انہیں کی باتیں دہرانے لگے، اس واقعہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور حضرت عائشہ کو اور تمام اہل ایمان کو سخت قلبی اذیت پہونچی، ایک ماہ کے بعد سورۂ نور کا دوسرا اور تیسرا رکوع نازل ہوا جس میں منافقوں کی سازش اور حضرت عائشہ کی پاک دامانی اور عفت کا واضح ذکر فرمادیا گیا، پاکیزہ عورتوں پر بلا ثبوت تہمت طرازی کے عمل کو قابل لعنت وعذاب بتایا گیا۔

مولانا دریابادی نے تحریر فرمایا ہے ''نبی کی زندگی کا ایک ایک جزئیہ امت کے حق میں رحمت ہے، برکت ہے، امت کی کتنی نیک پارسا بیویوں پر آج بھی کیسی کیسی تہمتیں لگتی رہتی ہیں، ان سب بیچاریوں کو اس واقعہ سے صبر وتسکین کا کتنا بڑا سہارا ہاتھ آگیا''۔(۱)

(۷۵) صلح حدیبیہ

صلح حدیبیہ کی تمام تفصیلات احادیث اور کتب سیرت میں موجود ہیں، قرآن میں اس کے خاص پہلوؤں کا ذکر ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں یہ خواب دیکھا کہ آپ صحابہ کے ساتھ حالتِ امن میں مکہ میں داخل ہو کر عمرہ کر رہے ہیں، کچھ لوگوں نے سر کا حلق کرایا، کچھ نے بال کٹوایا، چونکہ نبی کا خواب وحی ہوتا ہے اس لئے اس کا وقوع یقینی

۱؎ تفسیر ماجدی ۳/۴۴۴

تھا، لیکن اس کا وقت متعین نہ تھا، آپ نے صحابہ سے اس کا ذکر کیا، تو صحابہ غایت اشتیاق میں فوراً تیار ہوگئے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چودہ سو صحابہ کے ساتھ مکہ کی طرف چلے، ذوالحلیفہ میں احرام باندھا، کفار کو علم ہوا تو انھوں نے یہ طے کیا کہ مسلمانوں کو مکہ میں داخل نہ ہونے دیا جائے گا، حدیبیہ کے مقام پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی بیٹھ گئی، بہت کوشش کے بعد بھی نہ اٹھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کا اشارہ سمجھ گئے اور وہیں قیام فرمایا، اس کے بعد اہل مکہ سے وفود کے واسطے سے مذاکرات شروع ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح فرمایا کہ ہمارا مقصد جنگ نہیں، عمرہ ہے، اگر عمرہ سے روکا جائے گا تو ہم جنگ کریں گے، مصالحت کی باتیں بھی سامنے آئیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان کو اپنا قاصد بنا کر مکہ بھیجا، حضرت عثمان نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہونچایا، اور تین رات مکہ میں رہے، اسی دوران قریش کے پچاس آدمیوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کی کوشش کرنی چاہی مگر گرفتار کر لئے گئے، گرفتاری کی خبر سن کر کفار مکہ نے حضرت عثمان اور دیگر دس مسلمانوں کو روک لیا، دوسری طرف مسلمانوں کو یہ خبر ملی کہ کفار نے حضرت عثمان کو قتل کر دیا، یہ خبر سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو درخت کے نیچے جمع کر کے جہاد پر بیعت لی، آپ نے اپنے ہاتھ کو حضرت عثمان کا ہاتھ قرار دے کر ان کی طرف سے بیعت کر لی، یہ بیعت بیعتِ رضوان کہلاتی ہے۔

دوسری طرف اہل مکہ پر مسلمانوں کا رعب طاری تھا، چنانچہ انھوں نے اپنے قاصد معذرت کے لئے بھیجے، ان قاصدوں نے حضرت عثمان کے قتل کی خبر کو غلط بتایا، پھر اس کے بعد مصالحت کی شرائط اور دفعات طے ہوئیں، جس میں اس سال کے بجائے آئندہ سال طواف وعمرہ، دس سال تک جنگ بندی اور ہر نوع کی خفیہ وعلانیہ کارروائی سے

toobaa-elibrary.blogspot.com

پرہیز، فریقین میں کسی کا بھی حلیف بننے کا قبائل عرب کو اختیار، مسلمانوں کے پاس قریش کے کسی شخص کے جانے پر اس کی لازمی واپسی اور قریش کے پاس مسلمان کے جانے پر اس کو واپس نہ کرنا شامل تھا۔

یہ معاہدہ طے ہوا، مسلمان اس معاہدہ کی شرائط سے عام طور پر راضی نہ تھے، مگر اللہ کے رسول کی رضا پر سب سر تسلیم خم کئے ہوئے تھے، بظاہر یہ لگ رہا تھا کہ یہ صلح دب کر ہوئی ہے، مگر قرآن نے اس کو فتح مبین قرار دیا، کیونکہ صلح حدیبیہ سے سب لڑائیاں ختم ہوئیں، خیبر، تبوک، تیماء وغیرہ فتح ہوئے، دائرۂ اسلام بڑھا، قرآن کریم فرماتا ہے ﴿إنا فتحنا لك فتحاً مبينا ليغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تأخر ويتم نعمته عليك ويهديك صراطا مستقيما وينصرك الله نصرا عزيزا﴾ (الفتح: ۱-۳) اے نبی: بے شک ہم نے آپ کو کھلی فتح عطا کردی، تاکہ اللہ آپ کی اگلی پچھلی ہر کوتاہی سے درگذر فرمائے اور آپ پر اپنی نعمت کی تکمیل کردے اور آپ کو سیدھا راستہ دکھادے اور آپ کو زبردست نصرت بخشے۔

بیعت رضوان کا ذکر قرآن کرتا ہے ﴿إن الذين يبايعونك إنّما يبايعون الله، يد الله فوق أيديهم، فمن نكث فإنما ينكث علىٰ نفسه، ومن أوفىٰ بما عاهد عليه الله فسيؤتيه أجراً عظيما﴾ (الفتح: ۱۰) جو لوگ آپ سے بیعت کر رہے تھے وہ دراصل اللہ سے بیعت کر رہے تھے، ان کے ہاتھ پر اللہ کا ہاتھ تھا، اب جو اس عہد کو توڑے گا اس کی عہد شکنی کا وبال اس کی اپنی ذات پر ہوگا اور جو اس عہد کو وفا کرے گا جو اس نے اللہ سے کیا ہے، اللہ عنقریب اس کو بڑا اجر عطا فرمائے گا۔

اس موقعہ پر مصالحت اور جنگ بندی کی دو مصلحتوں کی طرف قرآن نے اشارہ کیا

ہے، (۱) ایک تو یہ کہ مکہ میں اس وقت بہت سے ایسے مسلمان مرد و عورت موجود تھے جنہوں نے یا تو اپنا ایمان چھپا رکھا تھا یا ان کا ایمان تو معلوم تھا مگر مجبور تھے اور کفار کا ظلم سہ رہے تھے، اب اگر جنگ ہوتی تو نادانستہ مسلمانوں کی فوج کے ہاتھوں یہ مسلمان بھی نشانہ بنتے اور مارے جاتے جو ایک طرف مسلمانوں کے لئے ندامت اور اذیت کا باعث ہوتا تو دوسری طرف مشرکین طعنہ دیتے کہ یہ اپنے بھائیوں کو مارتے ہیں، دوسری مصلحت یہ ہے کہ اللہ قریش کو جنگ میں ہرا کر مکہ فتح کرانا نہیں چاہتا تھا بلکہ مقصد یہ تھا کہ اس عرصہ میں ان کو ہر طرف سے گھیر کر اس طرح بے بس کردے کہ وہ بلا کسی مزاحمت کے مغلوب ہوجائیں اور پھر مشرف باسلام ہوجائیں، چنانچہ ۶ھ میں صلح ہوئی اور ۸ھ میں مکہ فتح ہوگیا۔

معاہدہ کے مطابق اگلے سال ۷ھ میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے ہمراہ عمرۃ القضاء کیا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب پورا ہو کر رہا، قرآن کہتا ہے ﴿لقد صدق الله رسوله الرؤيا بالحق لتدخلنّ المسجد الحرام إن شاء الله آمنين محلقين رؤوسكم ومقصرين لا تخافون﴾ (الفتح: ۲۷) فی الواقع اللہ نے اپنے رسول کو سچا خواب دکھایا جو ٹھیک حق کے مطابق ہے، ان شاء اللہ تم ضرور مسجد حرام میں پورے امن کے ساتھ داخل ہوگے، اپنے سر منڈاؤ گے اور بال ترشواؤ گے اور تمہیں کوئی خوف نہ ہوگا۔

سفر حدیبیہ پر جانے سے قبل اطراف مدینہ کے لوگوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ساتھ چلنے کے لئے کہا تھا مگر ان لوگوں نے جان پیاری سمجھی اور باہر نہ آئے، یہ اسلم، مزینہ، جھینہ، غفار، اشجع وغیرہ قبائل کے لوگ تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ واپسی پر

۱ ملاحظہ ہو۔ سورۂ فتح آیت ۲۴ تا ۲۶۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

سفر میں ہی بتادیا گیا کہ آپ کی صحیح سالم واپسی پر یہ لوگ جھوٹے عذر اور بہانے تراشیں گے کہ اہل وعیال اور اموال نے جانے نہ دیا، قرآن نے بیان کیا ہے کہ ان کا یہ عذر جھوٹ ہوگا، وہ صرف زبانی جمع خرچ کریں گے، غزوۂ خیبر صلح حدیبیہ کے تین ماہ بعد ہوا، اس میں صرف وہی لوگ شریک کئے گئے جو حدیبیہ میں شریک تھے، حدیبیہ میں پیچھے رہ جانے والے غزوۂ خیبر میں شرکت کے خواہاں تھے اس لئے کہ خطرہ کم تھا، فتح کا تقریباً یقین تھا، مال غنیمت بہت ملنے کی امید تھی مگر انہیں منع کر دیا گیا اور کہا گیا کہ خیبر کے بعد اور غزوات آئیں گے ان میں شریک کیا جائے گا۔(۱)

(۷۶) غزوۂ خیبر

۷ھ میں یہ غزوہ ہوا، یہودیوں نے ابتداءً مقابلہ کیا، پھر ہمت ہار گئے، مسلمانوں نے سارے قلعے سر کر لئے اور فتح حاصل کر لی، کافی مال غنیمت مسلمانوں کو ملا، قرآن نے اس کا مختصر تذکرہ کیا ہے ﴿وعدكم الله مغانم كثيرة تأخذونها فعجل لكم هذه﴾ (الفتح: ۲۰) اللہ نے تم سے بہت سے اموال غنیمت کا وعدہ کیا ہے جسے تم حاصل کروگے، اور فوری طور پر اس نے تم کو یہ فتح عطا فرمادی۔

﴿وأثابهم فتحا قريبا﴾ (الفتح: ۱۸) اللہ نے اہل حدیبیہ کو قریبی فتح (فتح خیبر) عطا فرمادی، ﴿فجعل من دون ذلك فتحا قريبا﴾ (الفتح: ۲۷) اللہ نے یہ خواب پورا ہونے سے پہلے ایک قریبی فتح (فتح خیبر) تم کو عطا کر دی۔

(۷۷) مہاجر عورتوں کے بارے میں حکم

صلح حدیبیہ کی دفعات میں ایک دفعہ یہ بھی تھی کہ مکہ والوں کا جو آدمی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جائے گا اسے لازماً واپس کرنا ہوگا خواہ وہ مسلمان ہی کیوں نہ ہو جب کہ مدینہ سے مکہ آنے والے مسلمان کو واپس نہ کیا جائے گا، اس معاہدہ کی تکمیل کے بعد

(۱) ملاحظہ ہو: سورۂ فتح: آیات ۱۱، ۱۲، ۱۵، ۱۶۔

حضرت ابو جندل بیڑیوں میں آئے تو طبعی غم کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاہدہ کی پابندی فرماتے ہوئے اور ان کو جلد رستگاری کا یقین دلاتے ہوئے واپس کیا، اس کے بعد مکہ کی کچھ مؤمن عورتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آگئیں جن میں حضرت سعیدہ بنت حارث اسلمیہ اور حضرت ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط وغیرہ کا نام سرفہرست ہے، کفار نے معاہدہ کی رو سے ان کی واپسی کا مطالبہ کیا مگر چونکہ معاہدہ میں ''رجل'' (مرد) کا لفظ تھا، اس لئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کی واپسی کا مطالبہ مسترد فرمادیا، اس کے بعد اس سلسلہ میں قرآن کی آیت بھی نازل ہوئی جس میں مسلمانوں اور مشرکوں کے مابین عقد مناکحت کو حرام قرار دیا گیا، اور یہ واضح فرمایا گیا کہ عورتوں کے استثناء کی اصل وجہ ان کا ایمان ہے، جس کا حقیقی تعلق قلب سے ہے اور اس سے اللہ کے سوا کوئی باخبر نہیں مگر زبانی اقرار وحلف اور قرائن سے ایمان کا اندازہ ہو سکتا ہے، چونکہ مکہ سے مدینہ آنے والی عورتوں کے بارے میں اسلام کے بجائے شوہر سے ناراضگی یا مدینہ کے کسی شخص سے محبت یا کسی اور دنیوی غرض سے آنے کا امکان تھا اسی لئے ان کے ایمان کی جانچ پڑتال کا حکم دیا گیا، حضرت ابن عباسؓ نے امتحان کا طریقہ یہ بتایا ہے کہ مہاجر عورت سے یہ حلف لیا جاتا تھا کہ وہ خالص اللہ کی رضا جوئی کے لئے آئی ہے پھر اس کو مدینہ میں قیام کی اجازت دی جاتی تھی، حضرت عائشہ کے بقول امتحان کا طریقہ یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان عورتوں سے شرک، چوری، زنا، قتل اولاد، بہتان وتہمت، نافرمانی وغیرہ سے مکمل اجتناب کی بیعت لے کر پھر قیام کی اجازت مرحمت فرماتے تھے، اس بیعت کا ذکر بھی قرآن میں ہے، مفسرین کی رائے یہ ہے کہ حلف اور بیعت دونوں کے ذریعہ امتحان ہوتا تھا اور امتحان لینے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حضرت عمر فاروقؓ بھی شامل رہتے تھے۔ قرآن فرماتا ہے ﴿يا أيها الذين آمنوا إذا جاءكم المؤمنات مهاجرات فامتحنوهن

toobaa-elibrary.blogspot.com

الله أعلم بإيمانهن، فإن علمتموهن مؤمنات فلا ترجعوهن إلى الكفار، لا هن حل لهم ولا هم يحلون لهن﴾ (الممتحنہ:١٠) اے ایمان والو! جب مؤمن عورتیں ہجرت کر کے تمہارے پاس آئیں تو ان کے مؤمن ہونے کی جانچ پڑتال کرلو، اور ان کے ایمان کی حقیقت تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے، پھر جب تمہیں معلوم ہو جائے کہ وہ مؤمن ہیں تو انھیں کافروں کی طرف واپس نہ کرو، نہ وہ کافروں کے حلال ہیں اور نہ کافران کے لئے حلال۔ بیعت کا ذکر قرآن یوں کرتا ہے۔

﴿ يا أيها النبي إذ جاءك المؤمنات يبايعنك على أن لا يشركن بالله شيئا ولا يسرقن ولا يزنين ولا يقتلن أولادهن ولا يأتين ببهتان يفترينه بين أيديهن وأرجلهن ولايعصينك في معروف فبايعهن واستغفر لهن الله، إن الله غفور رحيم﴾ (الممتحنہ:١٢) اے نبی: جب آپ کے پاس مؤمن عورتیں بیعت کرنے کے لئے آئیں اور اس بات کا عہد کریں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں گی، چوری نہ کریں گی، زنا نہ کریں گی، اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گی، کوئی بہتان کی اولاد نہ لائیں گی جسے اپنے ہاتھ پاؤں کے آگے گھڑیں، اور کسی امر معروف میں آپ کی نافرمانی نہ کریں گی، تو آپ ان سے بیعت لے لیجئے، اور ان کے حق میں اللہ سے دعائے مغفرت کیجئے، یقیناً اللہ بڑا درگزر فرمانے والا نہایت مہربان ہے۔

ملحوظ رہے کہ یہ بیعت صرف نومسلم مہاجرات کے ساتھ خاص نہ تھی، دیگر مسلمان عورتیں بھی اس میں شامل تھیں، فتح مکہ کے موقعہ پر بھی کوہ صفا پر عورتوں سے یہ بیعت لی گئی، حضرت عبادہ بن صامت کے بقول عقبۂ اولیٰ کے موقعہ پر بارہ مردوں سے بھی یہی بیعت لی گئی، مردوں سے بیعت عموماً ایمان واطاعت وجہاد پر لی گئی ہے، احکام کی تفصیل

اس میں نہیں ملتی کیونکہ ایمان واطاعت کے ذیل میں وہ سب شامل ہو جاتے ہیں، لیکن چونکہ عورتیں مردوں کی بہ نسبت عقل وفہم میں ناقص ہوتی ہیں، اس لئے ان کی بیعت میں مذکورہ عملی احکام کی تفصیل ملتی ہے۔

(۷۸) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک راز

صلح حدیبیہ کے معاہدہ کی خلاف ورزی کفار کی طرف سے ہوئی، قریش کے حلیف قبیلۂ بنوبکر نے مسلمانوں کے حلیف قبیلۂ بنوخزاعہ پر حملہ کیا اور قریش نے ہر طرح سے بنوبکر کا تعاون کیا جو سراسر صلح کی دفعات کے خلاف تھا، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خفیہ مکہ پر حملہ کی تیاری شروع فرمادی، آپ نے خاص صحابہ کو یہ راز بتایا اور مخفی رکھنے کا حکم دیا، حضرت حاطب بن بلتعہؓ نے مکہ میں مقیم اپنے بچوں، بھائیوں اور والدہ کے تحفظ کے مقصد سے اور افشائے راز کو فتح اہل اسلام پر ذرا بھی مؤثر نہ باور کرتے ہوئے ایک خط رؤسائے مکہ کے نام لکھا اور یہ راز فاش کر دیا، خط مکہ پہونچنے سے قبل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعۂ وحی علم ہوگیا، آپ نے وہ خط حاصل کرالیا، پھر حضرت حاطب سے معاملہ کی تحقیق کی گئی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ یقین آگیا کہ اس فعل کا اصل محرک اہل وعیال کا تحفظ تھا نہ کہ نفاق، اسلام سے انحراف اور حمایتِ کفر کا جذبہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو معاف فرمادیا، اس واقعہ کے بعد سورۂ ممتحنہ نازل ہوئی جس کی ابتدائی نو آیات میں حضرت حاطب کو سرزنش وتنبیہ کے ساتھ کفار سے اہل اسلام کے تعلقات کی تفصیل کا ذکر ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ عدل وانصاف ہر طرح کے کافر کے ساتھ ہوگا، قلبی تعلق (موالات) ہر کافر سے حرام ہے، ظاہری رواداری، حسن سلوک (مدارات ومواسات) معاملات کا تعلق اہل ذمہ اور مصالحین کے ساتھ درست ہے، نہ کہ حربی کافروں کے ساتھ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

فرمایا گیا ﴿یا أیها الذین آمنوا لا تتخذوا عدوی وعدوکم أولیاء تلقون إلیهم بالمودة وقد کفروا بما جاءکم من الحق، یخرجون الرسول وإیاکم أن تؤمنوا بالله ربکم، إن کنتم خرجتم جهاداً فی سبیل وابتغاء مرضاتی، تسرّون إلیهم بالمودّة وأنا أعلم بما أخفیتم وما أعلنتم، ومن یفعله منکم فقد ضلّ سواء السبیل﴾ (الممتحنہ:۱) اے ایمان والو! اگر تم میری راہ میں جہاد کے لئے اور میری رضا جوئی کی خاطر (وطن چھوڑ کر گھروں سے) نکلے ہو تو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ، تم ان کے ساتھ دوستی کی طرح ڈالتے ہو، حالانکہ جو حق تمہارے پاس آیا ہے اس کو ماننے سے وہ انکار کر چکے ہیں، اور ان کی روش یہ ہے کہ رسول کو اور خود تم کو اس قصور پر جلاوطن کرتے ہیں کہ تم اپنے رب، اللہ پر ایمان لائے ہو، تم چھپا کر ان کو دوستانہ پیغام بھیجتے ہو، حالانکہ جو کچھ تم خفیہ وعلانیہ کرتے ہو ہر چیز کو میں خوب جانتا ہوں، جو شخص تم میں سے ایسا کرے وہ یقیناً راہِ راست سے بھٹک گیا۔

(۷۹) فتح مکہ

۸ھ میں مکہ فتح ہوا، آپ نے ظالموں کو معاف فرمادیا، بے شمار افراد اسلام کے دائرہ میں داخل ہوئے، اس وقت بیت اللہ کے ارد گرد تین سو ساٹھ بت تھے، آپ وہاں پہونچے تو آیت نازل ہوئی ﴿وقل جاء الحق وزهق الباطل إن الباطل کان زهوقا﴾ (بنی اسرائیل:۸۱) اور آپ فرمادیجئے کہ حق آہی گیا اور باطل مٹ گیا، بے شک باطل تھا ہی مٹنے والا۔

آپ اپنی لکڑی ہر بت کے سینہ میں مارتے اور اسے ہٹاتے جاتے تھے آپ کی ٹھوکر سے بت چہروں کے بل گرتے جاتے تھے، اور آپ ہر بار یہ دہراتے جاتے تھے، (۱)

(۱) بخاری ومسلم بروایت عبداللہ بن مسعودؓ وسیرت ابن ہشام:۳/۳۱۱، زاد المعاد:۱/۴۲۴

قرآن کی ایک اور آیت میں اسی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے ﴿قل جاء الحق وما یبدئ الباطل وما یعید﴾ (سبا:۴۹) آپ فرمادیجئے کہ حق آگیا اور اب باطل کے کیے کچھ نہیں ہوسکتا، باطل کی چلت پھرت ختم ہوگئی۔

سورۂ نصر کی آیت ﴿إذا جاء نصر الله والفتح﴾ سے بھی فتح مکہ کی طرف اشارہ ملتا ہے۔

(۸۰) غزوۂ حنین

عرب کے قبائل ہوازن وثقیف وغیرہ نے فتح مکہ کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں پر حملہ کرنا چاہا، آپ کو اطلاع ملی تو شوال ۸ھ میں بارہ ہزار کی فوج کے ہمراہ نکلے، ان میں اکثریت نومسلموں کی تھی، بعض مسلمانوں نے اپنی کثرت تعداد پر ناز کرتے ہوئے کہا کہ آج ہم قلت تعداد کی وجہ سے شکست نہیں کھاسکتے، اللہ کو یہ ادا پسند نہ آئی، ۱۰؍ شوال کو کافر تیر اندازوں نے اچانک مسلمانوں پر حملہ کردیا، مسلمان سنبھل نہ سکے، بھگدڑ مچ گئی، کثرت کا ناز کام نہ آیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چند اصحاب خاص کے ساتھ سب کو پکارا، آپ نے حوصلہ بڑھایا، بے پناہ شجاعت کا مظاہرہ فرمایا، چنانچہ پھر لوگ جمع ہوئے، میدان کارزار گرم ہوا، دشمن کی شکست فاش ہوئی، بے تحاشا مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا، قرآن نے اس واقعہ کا بالکل راست نقشہ کھینچا ہے، ﴿لقد نصرکم الله فی مواطن کثیرة ویوم حنین إذ أعجبتکم کثرتکم فلم تغن عنکم شیئا وضاقت علیکم الأرض بما رحبت ثم ولیتم مدبرین، ثم أنزل الله سکینته علیٰ رسوله وعلیٰ المؤمنین وأنزل جنودا لم تروها وعذب الذین کفروا وذلك جزاء الکافرین﴾ (التوبہ:۲۵-۲۶)

toobaa-elibrary.blogspot.com

(مسلمانو) یہ واقعہ ہے کہ اللہ بہت سے موقعوں پر تمہاری مدد کر چکا ہے اور جنگ حنین کے موقعہ پر بھی جب کہ تم اپنی کثرت پر اترا گئے تھے، تو دیکھو وہ کثرت تمہارے کچھ کام نہ آئی اور زمین اپنی ساری وسعت پر بھی تمہاری لئے تنگ ہوگئی، بالآخر ایسا ہوا کہ تم میدان کو پیٹھ دکھا کر بھاگنے لگے، پھر اللہ نے اپنے رسول اور مؤمنوں پر اپنی جانب سے دل کا سکون وقرار نازل فرمایا اور ایسی فوجیں اتار دیں جو تمہیں نظر نہیں آئی تھیں اور ان لوگوں کو عذاب دیا جنہوں نے کفر کی راہ اختیار کی تھی، اور یہی جزاء ہے کافروں کی۔

(۸۱) غزوۂ تبوک

رجب ۹ھ میں یہ غزوہ پیش آیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر ملی کہ رومی عرب کی شمالی سرحدوں پر حملہ کی تیاری میں ہیں، آپ نے اس کے جواب میں اور خصوصاً پڑوسی حکومت روم کو خوف زدہ کرنے کے مقصد سے صحابہ کو اس غزوہ کی دعوت دی، اس مقصد کا ذکر قرآن نے یوں کیا ہے ﴿یا أیها الذین آمنوا قاتلوا الذین یلونکم من الکفار ولیجدوا فیکم غلظة، واعملوا أن اللّٰه مع المتقین﴾ (التوبۃ:۱۲۳) اے مومنو! اپنے آس پاس پھیلے ہوئے کافروں سے جنگ کرو اور چاہئے کہ وہ جنگ میں تمہاری سختی محسوس کریں اور جان لو کہ اللہ خدا ترسوں کے ساتھ ہے۔

چنانچہ سخت گرمی کے موسم میں، کھجور کے تیار ہونے کے باوجود صحابہ نے قربانیاں دیں، مال جمع ہوا، منافقین بہانے کر کے گھر بیٹھ رہے، بلکہ قرآن کی زبان میں ﴿فرح المخلفون بمقعدهم خلاف رسول اللّٰه وکرهوا أن یجاهدوا بأموالهم وأنفسهم في سبیل اللّٰه وقالوا لا تنفروا في الحرّ، قل نار جهنم أشد حرا لو کانوا یفقهون﴾ (التوبۃ:۸۱) پیچھے رہ جانے والے پیغمبر خدا کی مرضی کے

خلاف بیٹھ رہنے سے خوش ہوئے، اور اس بات کو ناپسند کیا کہ خدا کی راہ میں اپنے مال وجان سے جہاد کریں اور دوسروں سے کہنے لگے کہ گرمی میں مت نکلنا، آپ فرمادیجئے کہ دوزخ کی آگ اس سے کہیں زیادہ گرم ہے، کاش یہ سمجھتے۔

مگر صحابۂ کرام نے جہاد اور روانگیٔ لشکر میں بڑے ذوق وشوق اور جذبۂ مسابقت کا مظاہرہ کیا، دولت مندوں نے بے دریغ مال خرچ کیا، بہت سے صحابہ نے سواری نہ ہونے کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سواری طلب کی مگر سواری کا انتظام نہ ہونے کی وجہ سے آپ نے معذرت فرمادی، اس محرومی کا ان صحابہ کو بے حد قلق ہوا، قرآن ان کا ذکر کرتا ہے ﴿ولا علی الذین إذا ما أتوك لتحملهم قلت لا أجد ما أحملکم علیه تولوا وأعینهم تفیض من الدمع حزنا أن لا یجدوا ما ینفقون﴾ (التوبۃ:۹۲) اور نہ ان بے سروسامان لوگوں پر الزام ہے جو آپ کے پاس آئے کہ آپ ان کو سواری دیں اور آپ نے فرمایا کہ میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں جس پر تم کو سوار کروں تو وہ لوٹ گئے اور اس غم سے کہ ان کے پاس خرچ موجود نہ تھا ان کی آنکھیں اشکبار ہوگئی تھیں۔

تین صحابۂ کرام بلا کسی تردد وشبہ کے سستی کی وجہ سے اور عزم وارادہ میں دیر کرنے کی بنا پر غزوہ میں شریک نہ ہوسکے، حضرت کعب بن مالک، حضرت ہلال بن امیہ واقفی اور حضرت مرارۃ بن ربیع تینوں سابقین اولین میں سے ہیں۔ مگر جنگ تبوک میں شریک نہ ہوسکے، اس عدم شرکت کو حکمتِ الٰہی سے تعبیر کیا جاسکتا ہے یا پھر اس سے ان کا امتحان وتزکیہ اور مسلمانوں کی تربیت مقصود تھی، واپسی پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقین کے جھوٹے بہانے قبول کر کے ظاہر پر فیصلہ کر دیا اور ان کے باطن کا معاملہ اللہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

کے سپرد کر دیا، مگر ان تینوں صحابہ کو سزا دی گئی، پچاس دن تک ان کا مکمل مقاطعہ کیا گیا، پھر ان کی توبہ اللہ نے قبول کی، سورۂ توبہ کی آیت ۱۱۸ر میں اس کا تذکرہ دیکھا جا سکتا ہے۔

تیس ہزار مجاہدین کا لشکرِ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تبوک تک پہونچا، مختلف قبائل نے آپ سے مصالحت کی اور جزیہ کی ادائیگی پر راضی ہوئے، رومی فوج نے سرحد پار کر کے فوج کشی کا خیال ترک کر دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعاقب نہ کیا، مقصد حاصل ہو چکا تھا، جزیرۃ العرب کے قبائل پر بھی مسلمانوں کی دھاک جم چکی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لے آئے، غزوۂ تبوک میں شریک ہونے والے صحابہ کا ذکر قرآن یوں کرتا ہے ﴿ ولا يطؤن موطئا يغيظ الكفار ولا ينالون من عدو نيلا إلا كتب لهم به عمل صالح﴾ (التوبۃ:۱۲۰) جو قدم بھی دشمن کے خلاف وہ راہِ خدا میں اٹھاتے ہیں وہ کافروں کے لئے غیظ وغضب کا باعث اور جو نقصان بھی وہ کفار کو پہونچاتے ہیں وہ ان کے لئے عملِ نیک ثابت ہوتا ہے۔

غزوۂ تبوک میں ایک گروہ بلاتردد شریک ہونے والوں کا تھا، دوسرا گروہ کچھ تردد کے بعد شریک ہوا، تیسرا گروہ واقعی معذوروں کا تھا جو شریک نہ ہوا، چوتھا گروہ بلا عذر واقعی سستی کی وجہ سے نہ شریک ہونے والوں کا تھا، پانچواں گروہ ان منافقوں کا تھا جو نفاق کی وجہ سے شریک نہ ہوا، چھٹا گروہ جاسوسی کے۔ لئے شریک ہونے والے منافقوں کا تھا۔

پہلے اور دوسرے گروہ کے تذکرہ میں قرآن نے فرمایا ﴿ الـذيـن اتبعـوه فـي ساعة العسرة من بعد ماكاد [illegible]يغ قلوب فريق منهم﴾ (التوبۃ:۱۱۷) وہ لوگ لائق تعریف ہیں جنہوں نے سخت تنگی کے وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی بعد اس کے کہ ان میں سے ایک گروہ کے قلوب لغزش کرنے لگے تھے، تیسرے گروہ کے

بارے میں ف[illegible] علی الضعفاء ولا علی المرضیٰ ولا علی الذين لا يجد[illegible]ن حرج إذا نصحوا الله ورسوله، ما على المحسنين من [illegible] غفور رحيم﴾ (التوبۃ:۹۱) ضعیف اور بیمار لوگ اور وہ لوگ جو شرکتِ [illegible] زادِ راہ نہیں پاتے، اگر پیچھے رہ جائیں تو کوئی حرج نہیں جب کہ وہ خلوص [illegible] اور اس کے رسول کے وفادار ہوں، ایسے محسنین پر اعتراض کی کوئی گنجائش [illegible] درگذر کرنے والا مہربان ہے، چوتھے گروہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا گیا ﴿[illegible] آمنوا مالكم إذا قيل لكم انفروا في سبيل الله اثاقلتم إلى [illegible] بالحياة الدنيا من الآخرة فما متاع الحياة الدنيا في [illegible] إلا قليل﴾ التوبۃ:۳۸) اے ایمان والو! تمہیں کیا ہو گیا کہ جب تم سے اللہ کی [illegible] لئے کہا گیا تو تم زمین سے چمٹ کر رہ گئے، کیا تم نے آخرت کے مقابلہ [illegible] کو پسند کر لیا، ایسا ہے تو تمہیں معلوم ہو کہ دنیوی زندگی کا یہ سب سروسامان [illegible] بہت تھوڑا نکلے گا، اوپر ذکر آیا کہ یہ تین صحابہ کرام تھے جن کی توبہ کی قبولیت کا ذکر سورۂ توبہ کی آیت ۱۱۸ر میں موجود ہے۔

[illegible] منافقین کا ذکر جا بجا موجود ہے، چھٹے طبقہ کا تذکرہ بھی متعدد مقامات پر ہے [illegible] سماعون لهم﴾ (التوبۃ:۴۷) اور تمہارے گروہ کا حال یہ ہے کہ ابھی ان [illegible] لوگ ایسے موجود ہیں جو ان کی باتیں کان لگا کر سنتے ہیں۔

ان منافقین نے سفرِ تبوک میں متعدد بار اللہ کے رسول کو نعوذ باللہ مارنے یا زخم پہونچانے [illegible] کی جو ناکام ہوئی، قرآن نے اس کی طرف یوں اشارہ کیا ہے ﴿وهموا بما لم ينالوا﴾ (التوبۃ:۴۷) اور انہوں نے وہ کچھ کرنے کا ارادہ کیا ہے

toobaa-elibrary.blogspot.com

جسے کر نہ سکے۔

خلاصۂ گفتگو یہ ہے کہ اس غزوہ کے متعلق قرآن کی سورۂ توبہ میں بہت سی آیات نازل ہوئیں، روانگی سے پہلے، روانگی کے بعد، دوران سفر، واپسی کے بعد کے مختلف واقعات، منافقین کی سازشیں، مخلص مؤمنوں کی عزیمت، پیچھے رہ جانے اور پھر ان کی توبہ سب کا ذکر اس سورت میں کر دیا گیا ہے۔

(۸۲) حجۃ الوداع اور تکمیلِ دین

۱۰ھ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جم غفیر کے ساتھ حج فرمایا، ۹ ر ذی الحجہ کو عرفہ میں آپ نے خطبہ دیا جس میں اس طرف بھی اشارہ فرما دیا کہ ''لوگو! میری بات سن لو! کیونکہ میں نہیں جانتا، غالباً اپنے اس سال کے بعد آئندہ اس مقام پر میں تم سے کبھی نہ مل سکوں گا'' (۱) خطبہ میں آپ نے مختلف موضوعات کا احاطہ فرمایا، خطبہ سے فراغت کے بعد یہ آیت نازل ہوئی ﴿اليوم أكملت لكم دينكم وأتممت عليكم نعمتي ورضيت لكم الإسلام دينا﴾ (المائدۃ:۳) آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا، اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو بحیثیت دین پسند کر لیا۔

اس روایت کے ذریعہ اور سورۂ نصر کے ذریعہ یہ اشارہ فرما دیا گیا کہ اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا فرض ادا کر دیا، کام مکمل ہو گیا اور اب رفیق اعلیٰ سے ملاقات کا وقت آ رہا ہے، چنانچہ یہی اشارہ سمجھ کر حضرت ابوبکر صدیق رونے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿إن من أمنّ الناس عليّ في صحبته وماله أبوبكر﴾ مال خرچ کرنے اور ساتھ رہنے میں میرے اوپر سب سے بڑا احسان ابوبکر کا ہے۔

۱: سیرت ابن ہشام ۴/۶۰۳، حجۃ الوداع کی مزید تفصیل کے لئے صحیح بخاری کتاب المناسک، صحیح مسلم باب حجۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم دیکھی جائیں۔

(۸۳) وفاتِ نبوی

ماہ صفر ۱۲ھ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مرض شروع ہوا جو رفتہ رفتہ بڑھتا گیا، ۱۲ ر ربیع الاول کو آپ کی وفات کا الم ناک حادثہ پیش آیا، اس وقت آپ کی عمر مبارک ۶۳ ر سال چار دن تھی۔

وفات کے بعد حضرت ابوبکر نے پریشان حال اور غمزدہ مجمع کو خطاب کیا جس میں فرمایا کہ ''تم میں سے جو محمد کی عبادت کرتا تھا وہ جان لے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے جا چکے ہیں اور جو اللہ کی عبادت کرتا تھا وہ جان لے کہ اللہ زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے، پھر انہوں نے سورۂ آل عمران کی یہ آیت پڑھی ﴿وما محمد إلا رسول قد خلت من قبله الرسل أفإن مات أو قتل انقلبتم على أعقابكم، ومن ينقلب على عقبيه فلن يضر الله شيئا وسيجزى الله الشاكرين﴾ (آل عمران:۱۴۴) محمد اس کے سوا کچھ نہیں کہ بس ایک رسول ہیں، ان سے پہلے اور رسول بھی گذر چکے ہیں، پھر کیا اگر وہ مر جائیں یا قتل کر دیئے جائیں تو تم لوگ الٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ یاد رکھو! جو الٹا پھرے گا وہ اللہ کا کچھ نقصان نہ کرے گا، البتہ جو اللہ کے شکر گذار بندے بن کر رہیں گے انہیں وہ اس کی جزا دے گا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

سیرت کے چند مزید پہلو

(۸۴) جادو کے اثرات

یہودیوں کی سازش کے پیش نظر مدینہ کے مشہور منافق یا یہودی [illegible] نے اپنی بیٹیوں اور بہنوں کے تعاون سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے [illegible] کے سے آپ کی کنگھی کا ایک ٹکڑا حاصل کر کے کنگھی کے دندانوں اور ان [illegible] آپ کے چند موئے مبارک پر جادو کیا پھر اس جادو کو ایک کھجور کے خوشے [illegible] میں [illegible] زریق کے کنویں کی تہہ میں دبا دیا، جادو کا مکمل اثر آپ پر ایک [illegible] دوسری ششماہی میں مزاج میں کچھ تغیر محسوس ہوا، آخری چالیس دنوں میں [illegible] آخر کے تین دن بڑے سخت گذرے، اس جادو کے اثر سے آپ کے [illegible] مقاصد نبوت کی تکمیل پر شمہ برابر بھی اثر نہیں ہوا، بس یہ ہو رہا تھا کہ آپ [illegible] آپ نے اللہ سے دعا کی، خواب میں فرشتوں کی زبانی پوری تفصیل آپ [illegible] آپ نے بعض صحابہ کو کنویں کی تہہ سے اس غلاف کو نکالنے کا حکم دیا، کنو [illegible] ف نکالا گیا اس میں کنگھی اور بالوں کے ساتھ ایک تانت کے اندر گیارہ [illegible] تھیں، اور موم کے ایک پتلے میں سوئیاں چبھوئی ہوئی تھیں، حضرت جبر [illegible] فلق وناس (معوذتین) لے کر آئے اور انہیں پڑھ کر گرہ کھولنے کے [illegible] آپ ایک ایک آیت پڑھ کر ایک ایک گرہ کھولتے جاتے، تمام گرہیں کھل [illegible] جادو کے اثر سے بالکل آزاد ہو گئے، پھر آپ نے لبید کو بلایا، اس نے اعتراف جرم لیا، آپ نے

اس کو یوں ہی چھوڑ دیا، اس لئے کہ آپ اپنی ذات کے لیے کبھی انتقام نہ لیتے تھے۔

قرآن کہتا ہے ﴿قل أعوذ برب الفلق، من شر ما خلق، ومن شر غاسق إذا وقب، ومن شر النفاثات فی العقد، ومن شر حاسد إذا حسد، قل أعوذ برب الناس، ملك الناس، إله الناس، من شر الوسواس الخناس، الذی یوسوس فی صدور الناس، من الجنة والناس﴾

آپ فرما دیجئے: میں پناہ مانگتا ہوں صبح کے رب کی، اس کی مخلوقات کے شر سے، اور رات کی تاریکی کے شر سے جب وہ چھا جائے، اور گرہوں میں پھونکنے والیوں کے شر سے، اور حاسد کے شر سے جب کہ وہ حسد کرے، آپ فرما دیجئے کہ میں انسانوں کے رب، انسانوں کے بادشاہ اور انسانوں کے معبودِ حقیقی کی پناہ مانگتا ہوں وسوسہ ڈالنے والے بار بار پلٹ کر آنے والے کے شر سے جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے خواہ وہ جنوں میں سے ہو یا انسانوں میں سے۔

(۸۵) بعض خدائی تنبیہات

(۱) غزوۂ بدر کے قیدیوں کے سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ پر منجانب اللہ عتاب ہوا، جس کا ذکر سابق میں آچکا ہے، (۲) بعض مشرکوں خصوصاً حضرت ابوطالب کے لئے دعائے استغفار کے سلسلہ میں تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا گیا ﴿ما كان للنبي والذين آمنوا أن يستغفروا للمشركين ولو كانوا أولي قربى من بعد ما تبين لهم أنهم أصحاب الجحيم﴾ (التوبۃ: ۱۱۳) نبی اور اہل ایمان کے لئے مناسب نہیں تھا کہ وہ مشرکوں کے لئے مغفرت کی دعا کریں اگر چہ وہ رشتہ دار ہی ہوں، جب کہ ان پر ظاہر ہو چکا تھا کہ وہ لوگ دوزخی ہیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۳) غزوۂ تبوک کے موقعہ پر منافقوں نے جھوٹے بہانے کر کے اور جھوٹی قسمیں کھا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے شریک غزوہ نہ ہونے کی اجازت حاصل کر لی، اور پھر اس پر خوشی منائی کہ ہم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے دھوکہ کے جال میں پھنسا دیا، اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تنبیہ کی کہ ان کو اجازت نہ دی جاتی تو اس سے ان کا نفاق آشکارا ہو جاتا، وہ پھر بھی شریکِ غزوہ نہ ہوتے مگر وہ مسلمانوں پر طعنے نہ کس پاتے اور خوشی نہ منا پاتے، اور ان کے نفاق کا پول کھل جاتا ﴿عفا الله عنك، لم أذنت لهم حتى يتبين لك الذين صدقوا وتعلم الكاذبين﴾ (التوبۃ: ۴۳) اللہ نے آپ کو معاف کر دیا، آپ نے ان کو اجازت کیوں دیدی تھی جب تک کہ آپ کے سامنے سچے لوگ ظاہر نہ ہوتے اور آپ جھوٹوں کو معلوم کر لیتے۔ آگے یہ بھی واضح کر دیا گیا ہے کہ مخلص اہل ایمان غزوہ سے غائب رہنے کی اجازت نہ لیں گے، یہ اجازت تو دل کے چور منافق لیں گے۔

(۴) مدینہ کے خاندان بنو ابیرق نے حضرت رفاعہ کے گھر سے چوری کی، پھر الزام ایک یہودی کے سر رکھ دیا، ظاہری حالات و قرائن کو دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رجحان یہ ہو گیا تھا کہ یہ یہودی کی حرکت ہے، اور اس پر چوری کی حد لگائی جائے، مگر قرآن کی سورۂ نساء کا پندرھواں رکوع اس بارے میں نازل ہوا، جس میں بنو ابیرق کی عیاری، خیانت اور چوری کا راز آشکارا کر دیا گیا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تنبیہ لطیف کی گئی کہ آپ خائنوں کے طرفدار نہ بنیں، فرمایا گیا ﴿إنا أنزلنا إليك الكتاب بالحق لتحكم بين الناس بما أراك الله ولا تكن للخائنين خصيما، واستغفر الله، إن الله كان غفورا رحيما، ولا تجادل عن الذين يختانون أنفسهم إن الله لا يحب من كان خوانا أثيما﴾ اے نبی! ہم نے

یہ کتاب حق کے ساتھ آپ پر نازل کی ہے تا کہ جو راہِ راست اللہ نے آپ کو دکھائی ہے آپ اس کے مطابق لوگوں کے درمیان فیصلہ کریں، آپ ان بددیانتوں کی طرفداری نہ کیجئے اور اللہ سے استغفار کیجئے، بے شک اللہ بڑا درگذر فرمانے والا مہربان ہے، اور آپ ان لوگوں کی طرف سے کوئی جواب دہی کی بات نہ کیجئے جو اپنا ہی نقصان کر رہے ہیں، بلا شبہ اللہ کو ایسا شخص پسند نہیں ہے جو خیانت کار اور معصیت پیشہ ہو۔

(۵) مکۃ المکرمۃ میں ابتدائی زمانۂ اسلام میں ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم رؤسائے قریش کو دعوت و تبلیغ فرما رہے تھے، کہ اسی دوران ایک نابینا صحابی حضرت عبداللہ بن ام مکتومؓ آپہونچے اور کچھ سوال کیا، سوال پر بار بار اصرار کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی اس وقت آمد ناگوار معلوم ہوئی، آپ نے بے رخی برتی اور جواب نہ دیا اس پر آپ کو تنبیہ کی گئی ﴿عبس وتولى أن جاءه الأعمى وما يدريك لعله يزكى أو يذكر فتنفعه الذكرى أما من استغنى فأنت له تصدى، وما عليك ألا يزكى، وأما من جاءك يسعى وهو يخشى فأنت عنه تلهى﴾ (العبس: ۱-۱۰) رسول اللہ چیں بجبیں ہوئے اور بے رخی برتی اس بناء پر کہ آپ کے پاس نابینا آ گیا، آپ کو کیا خبر شاید وہ سنور جاتا یا نصیحت قبول کرتا، تو اس کو نصیحت کرنا کچھ فائدہ پہونچاتا، تو جو شخص بے پرواہی برتتا ہے آپ اس کی فکر میں پڑتے ہیں حالانکہ آپ پر کوئی الزام نہیں اگر وہ نہ سنورے، اور جو آپ کے پاس دوڑتا ہوا آتا ہے اور وہ ڈرتا ہے تو آپ اس سے بے اعتنائی برتتے ہیں۔

اصلاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اجتہاد یہ تھا کہ ابن ام مکتوم مسلمان ہیں، اُن کو دین کے فروعی احکام کی تعلیم کے مقابلہ میں کفار کو دعوتِ توحید کا کام زیادہ اہم اور مقدم ہے جس میں ابن ام مکتوم حارج ہو رہے ہیں، پھر آپ کا مقصد آدابِ مجلس کی رعایت نہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

کرنے پر ان کو تنبیہ کرنا تھا، سی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعراض کیا، مگر اللہ نے اس اجتہاد کو غلط قرار دیتے ہوئے تنبیہ کی اور واضح کردیا کہ کفار مخاطبین سے گفتگو کا فائدہ موہوم ومحتمل ہے جب کہ دینی تعلیم کے طالب کے سوال کا جواب فائدہ کے لحاظ سے یقینی ہے جو بجا طور پر قابل ترجیح ہے، نیز آداب مجلس کی رعایت نہ کرنے پر اللہ نے ''اعمیٰ'' (نابینا) کے لفظ سے معذرت بیان کردی ہے، یعنی معذور قابل عتاب نہیں ہوتا۔

(٦) رئیس المنافقین عبد اللہ بن ابی بن سلول کے جنازہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی، اور اس کے کفن کے لئے اپنی قمیص عنایت فرمائی، اس کی وجہ اس کے صاحبزادے حضرت عبد اللہ کی دلجوئی تھی، اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے منع فرمایا، چنانچہ آپ نے اس کے بعد کسی منافق کی نماز جنازہ نہ پڑھی، فرمایا گیا ﴿ولا تصلِّ علی احد منهم مات أبدا ولا تقم علىٰ قبره إنهم كفروا بالله ورسوله وماتوا وهم فاسقون﴾ (التوبۃ: ۸۴) اور ان میں کوئی مرجائے تو اس پر کبھی نماز نہ پڑھیے اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوئیے، انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا ہے، اور وہ حالتِ کفر ہی میں مرے ہیں۔

اس کے علاوہ مختلف آیات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا گیا کہ آپ کی دعائے مغفرت ان منافقوں کے حق میں ذرا بھی سودمند نہ ہوگی ﴿إن تستغفر لهم سبعين مرة فلن يغفر الله لهم﴾ (التوبۃ: ۸۰) اگر آپ ان کے لئے ستر مرتبہ بھی استغفار کریں گے تب بھی اللہ ان کو نہ بخشے گا۔

کچھ اور مواقع پر آپ کو تنبیہ کی گئی، مثلاً حضرت زینب بنت جحش اور حضرت زید بن حارثہ کے مسئلہ میں جس کی مکمل تفصیل موجب طوالت ہوگی، سورۂ احزاب کی آیت ۳۷ر اسی سے متعلق ہے۔

(٨٦) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارنے کا ادب

اہل اسلام کو حکم فرمایا گیا کہ وہ نام لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پکاریں، یہ بے ادبی ہے، تعظیمی القاب کے ساتھ پکارنے کا حکم ہے، نبی کی تعظیم ہر مسلمان پر واجب ہے اور بے ادبی حرام ہے فرمایا گیا ﴿لا تجعلوا دعاء الرسول بينكم كدعاء بعضكم بعضاً﴾ (النور: ٦٣) تم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلانے کو ایسا مت سمجھو جیسا تم میں ایک دوسرے کو بلا لیتا ہے۔ اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ رسول کے بلانے کو عام آدمی کے بلانے کی طرح نہ سمجھو، رسول کا حکم واجب التعمیل ہے، دوسرا مطلب یہ ہے کہ رسول کی دعا کو عام آدمی کی دعا جیسا نہ سمجھو، رسول کی دعا سے بڑی خوش قسمتی اور بددعا سے بڑی بدنصیبی کچھ اور نہیں، تیسرا مطلب یہ ہے کہ رسول کو پکارنا عام آدمیوں کو پکارنے کی طرح نہ ہو، یعنی نام لے کر باآواز بلند نہ پکارو، انتہائی ادب کے ساتھ، تعظیمی القاب کے ساتھ اور معتدل آواز میں پکارو۔

سورۃ الحجرات میں مجلس نبوی کے آداب کا ذکر ہے، پہلا ادب یہ ہے کہ کسی بھی قول وعمل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش قدمی نہ کرو، رسول کی اجازت کے بغیر سبقت نہ کرو، پوری طرح سے تابع رہو، دوسرا ادب یہ ہے کہ آواز پست رکھو، تیسرا ادب یہ ہے کہ آرام میں خلل نہ ڈالو، آرام کے وقت نہ پکارو، وغیرہ وغیرہ۔

(٨٧) مال فئ وغنیمت

جو مال لڑائی کے بعد ہاتھ آئے وہ غنیمت ہے اور جو بغیر لڑائی کے ملے وہ فئ ہے، مال غنیمت مجاہدین میں تقسیم ہوتا ہے، جب کہ مال فئ مجاہدین میں تقسیم نہیں ہوتا بلکہ اس کا کلی اختیار اللہ کے رسول کو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے خلفاء کو حاصل ہوتا

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہے، ہاں اتنی پابندی ہے کہ چند متعین اقسام (اقاربِ رسول، یتیم، مساکین وفقراء ومسافر) میں ان کی تقسیم دائر رہے، یہی اختیار مال غنیمت کے خمس (پانچویں حصہ) میں بھی ہوتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مختلف موقعوں پر غنیمت کا مال اور فیَ کا مال مسلمانوں کو حاصل ہوا، غنیمت کا مال مجاہدین میں تقسیم ہوا، مگر خمس غنیمت اور مال فیَ کا معاملہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار میں رہا، قرآن کی سورۃ الحشر کی آیات ٦ رتا ١٠ اور سورۃ الانفال کی آیت ۴۱ر میں اس کا ذکر کیا گیا ہے۔

(۸۸) ازواج مطہرات

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات امت کی مائیں ہیں، قرآن کہتا ہے ﴿وأزواجه أمهاتهم﴾ (الاحزاب:۹) نبی کی بیویاں مؤمنوں کی مائیں ہیں، اسی لئے کسی بھی امتی کا ان کے ساتھ نکاح ہمیشہ کے لئے ممنوع ہے، فرمایا گیا ﴿ولا أن تنكحوا أزواجه من بعده أبدا، إن ذلكم كان عند الله عظيما﴾ (الاحزاب:۵۳) تمہارے لئے ہرگز یہ جائز نہیں کہ نبی کے بعد ان کی بیویوں سے نکاح کرو، یہ اللہ کے نزدیک بہت بڑا گناہ ہے۔

قرآنی بیان کے مطابق ازواج مطہرات امت کی دیگر عورتوں سے ممتاز اور بلند مرتبہ ہیں ﴿يا نساء النبي لستن كأحد من النساء إن اتقيتن﴾ (الاحزاب:۳۲) اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو اگر تم خدا ترس ہو۔

مسلمانوں کو حکم ہے کہ ازواج مطہرات سے کچھ مانگنا ہو تو پردہ کا لحاظ کریں ﴿وإذا سألتموهن متاعاً فسئلوهن من وراء حجاب ذلكم أطهر لقلوبكم وقلوبهن﴾ (الاحزاب:۵۳) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں سے اگر تمہیں کچھ مانگنا ہو

تو پردے کے پیچھے سے مانگا کرو، یہ تمہارے اور ان کی دلوں کی پاکیزگی کے لئے زیادہ مناسب طریقہ ہے۔ حضرت زینب بنت جحشؓ حضرت زید بن حارثہ کے نکاح میں تھیں، انہوں نے طلاق دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح فرمایا، اس نکاح کے ذریعہ جاہلیت کی ایک رسم کا قلع قمع بھی ہوا کہ ''منہ بولے بیٹے کی مطلقہ بیوی سے نکاح نہ کیا جائے اور اسے بالکل حقیقی بیٹا سمجھا جائے'' اس غلط رسم کا ابطال ہوا، قرآن کہتا ہے ﴿فلما قضىٰ زيد منها وطرا زوجناكها لكي لا يكون للمؤمنين حرج في أزواج أدعيائهم إذا قضوا منهن وطرا﴾ (الاحزاب:۳۷) پھر جب زید کا اس سے جی بھر گیا (طلاق دے دی اور عدت گذر گئی) تو ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا نکاح کر دیا، تاکہ مسلمانوں پر اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے بارے میں کچھ تنگی نہ رہے، جب وہ ان سے اپنا جی بھر چکیں۔ (طلاق دیدیں)

(۸۹) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کا ادب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں بلا اجازت آنے سے منع فرمایا گیا ﴿يا أيها الذين آمنوا لا تدخلوا بيوت النبي إلا أن يؤذن لكم﴾ (الاحزاب:۵۳) اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں بلا اجازت نہ چلے آیا کرو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر اگر دعوت ہو تو کھانے سے فارغ ہونے کے بعد اٹھ جانے کا اہل ایمان کو حکم ہے، گفتگو میں مشغول ہونا نبی کو ناگوار ہوتا ہے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مروۃً ظاہر نہیں کر پاتے، لیکن اللہ نے واضح فرمادیا ﴿فإذا طعمتم فانتشروا ولا مستأنسين لحديث، إن ذلكم كان يؤذي النبي فيستحي منكم، والله لا يستحي من الحق﴾ (الاحزاب:۵۳) پھر جب کھانا

toobaa-elibrary.blogspot.com

کھالوتو منتشر ہو جاؤ، باتیں کرنے میں نہ لگے رہو، تمہاری یہ حرکتیں نبی کو تکلیف دیتی ہیں مگر وہ شرم کی وجہ سے کچھ نہیں کہتے، اور اللہ حق بات کہنے میں نہیں شرماتا۔

(۹۰) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلاۃ وسلام

اللہ نے قرآن میں اہل ایمان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام بھیجنے کا حکم دیا ہے، اللہ نے خود اپنی طرف صلاۃ کی نسبت کی ہے جس کا مطلب رحمت نازل کرنا ہوتا ہے، فرشتوں کی طرف بھی صلاۃ کی نسبت ہے جس کا مطلب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دعائے رحمت کرنا ہے، قرآن کہتا ہے ﴿إن اللّٰه وملائكته يصلون على النبي، يا أيها الذين آمنوا صلّوا عليه وسلّموا تسليما﴾ (الاحزاب:۵۶) بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! تم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت اور خوب سلام بھیجا کرو۔

درود کے سب سے بہتر کلمات وہی ہیں جو نماز میں قعدۂ اخیرہ میں پڑھے جاتے ہیں، اس کے تفصیلی احکام کتب فقہ میں دیکھے جاسکتے ہیں۔

(۹۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت

قرآن کریم میں جابجا رسول اللہ علیہ وسلم کی بشریت کا ذکر ہے جس سے ان لوگوں کی تردید ہو جاتی ہے جو آپ کو نور مانتے ہیں اور جو نبوت وبشریت میں تضاد سمجھتے ہیں، سورۂ کہف میں فرمایا گیا ﴿قل إنما أنا بشر مثلكم يوحىٰ إليّ أنما إلٰهكم إله واحد﴾ (الکہف:۱۱۰) آپ فرمادیجئے کہ میں تو تم ہی جیسا ایک انسان ہوں، میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا خدا بس ایک ہی خدا ہے۔

﴿أكان للناس عجباً أن أوحينا إلى رجل منهم أن أنذر

الناس﴾ (یونس:۲) کیا لوگوں کے لئے یہ ایک عجیب بات ہوگئی کہ ہم نے خود انہیں میں سے ایک آدمی پر وحی بھیجی کہ لوگوں کو ڈراؤ۔

(۹۲) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سراپا قرآن کی روشنی میں

قرآن نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمانی اعضاء واجزاء کا تذکرہ مختلف جگہوں پر کیا ہے، اس سے بھی آپ کی بشریت کا ثبوت ملتا ہے۔

زبان مبارک:- ﴿فإنما يسرناه بلسانك لعلهم يتذكرون﴾ (الدخان:۵۸) اے نبی: ہم نے اس کتاب کو آپ کی زبان میں سہل بنادیا ہے تاکہ یہ لوگ نصیحت حاصل کریں۔ ﴿لا تحرك به لسانك لتعجل به﴾ (القیامۃ:۱۶) اس وحی کو جلدی یاد کرنے کے لئے اپنی زبان کو حرکت نہ دیجئے۔

قلب اطہر:- ﴿قل من كان عدوا الجبريل فإنه نزله علىٰ قلبك بإذن اللّٰه مصدقا لما بين يديه وهدىً وبشرىٰ للمؤمنين﴾ (البقرۃ:۹۷) آپ فرمادیجئے کہ جو کوئی جبریل سے عداوت رکھتا ہے اسے معلوم ہونا چاہئے کہ جبریل نے اللہ ہی کے اذن سے یہ قرآن آپ کے قلب پر نازل کیا ہے جو گذشتہ کتابوں کی تصدیق کرتا ہے اور ایمان لانے والوں کے لئے ہدایت وبشارت ہے۔ ﴿وإنه لتنزيل رب العالمين نزل به الروح الأمين علىٰ قلبك لتكون من المنذرين﴾ (الشعراء:۱۹۲۔۱۹۴) یہ قرآن رب العالمین کا نازل کردہ ہے، اسے لے کر روح الامین آپ کے دل پر اترا ہے تاکہ آپ متنبہ کرنے والوں میں سے ہو جائیں۔ ﴿ما كذب الفؤاد ما رأى﴾ (النجم:۱۱) نظر نے جو کچھ دیکھا، دل نے اس میں جھوٹ نہ ملایا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

روئے مبارک:- ﴿قد نرىٰ تقلب وجهك في السماء﴾ (البقرة:۱۴۴) ہم آپ کے منہ کا بار بار آسمان کی طرف اٹھنا دیکھ رہے ہیں۔ ﴿فولّ وجهك شطر المسجد الحرام﴾ (البقرة:۱۴۴) تو آپ اپنا رخ مسجد حرام کی طرف پھیریئے، ﴿فأقم وجهك للدين حنيفا﴾ (الروم:۳۰) تو آپ یکسو ہو کر اپنا رخ دین کی سمت میں جما دیجئے۔ ﴿فأقم وجهك للدين القيم﴾ (الروم:۴۳) آپ اپنا رخ مضبوطی کے ساتھ دین راست کی سمت میں جما دیجئے۔ ﴿فإن حاجوك فقل أسلمت وجهي لله ومن اتّبعن﴾ (آل عمران:۲۰) اب اگر یہود و نصاریٰ آپ سے جھگڑا کریں تو آپ ان سے کہئے کہ میں نے اور میرے پیروؤں نے تو اللہ کے آگے سرِ تسلیم خم کر دیا ہے۔

چشم مبارک:- ﴿لا تمدن عينيك إلىٰ ما متعنا به أزواجا منهم﴾ (الحجر:۸۹) آپ اس متاعِ دنیا کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھئے جو ہم نے ان میں سے مختلف قسم کے لوگوں کو دے رکھی ہے۔ ﴿ما زاغ البصر وما طغىٰ﴾ (النجم:۱۷) نگاہ نہ تو ہٹی اور نہ بڑھی۔

گوش مبارک:- ﴿يقولون هو أذن، قل أذن خير لكم﴾ (التوبة:۶۱) منافق کہتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کانوں کے کچے ہیں، آپ فرما دیجئے کہ وہ کان دے کر وہی بات سنتے ہیں جو تمہارے حق میں خیر ہی خیر ہے۔

سینۂ مبارک:- ﴿ألم نشرح لك صدرك﴾ (الانشراح:۱) کیا ہم نے آپ کے لئے آپ کا سینہ کھول نہیں دیا۔

پشت مبارک:- ﴿ووضعنا عنك وزرك الذى أنقض ظهرك﴾ (الانشراح:۲۔۳) اور آپ سے آپ کا وہ بوجھ اتار دیا جو آپ کی پشت توڑے دے رہا تھا۔

بعض اعمال وحرکات جسمانی:- ﴿الذى يراك حين تقوم

وتقلبك فى الساجدين﴾ (الشعراء:۲۱۸۔۲۱۹) جو اللہ تمہیں اس وقت دیکھ رہا ہوتا ہے جب تم اٹھتے ہو، اور سجدہ گذار لوگوں میں تمہاری نقل و حرکت پر نگاہ رکھتا ہے۔ ﴿وقالوا ما لهذا الرسول يأكل الطعام ويمشى فى الأسواق﴾ (الفرقان:۷) کافر کہتے ہیں یہ کیسا رسول ہے جو کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔

عبادت اور حیات وموت:- ﴿قل إن صلاتى ونسكى ومحياىَ ومماتى لله رب العالمين﴾ (الاعراف:۱۶۲) آپ فرما دیجئے کہ میری نماز و قربانی، میرا جینا اور میرا مرنا سب کچھ اللہ رب العالمین کے لئے ہے۔

(۹۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبدیت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا امتیاز و کمال عبدیت کاملہ کا مقام ہے، عبدیت کا مطلب اللہ کے حضور میں بے انتہا تذلل، سرافندگی اور مسکینی و محتاجی کا مکمل اظہار اور اس کے در کی گدائی ہے، قرآن میں جہاں اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنے خاص انعامات اور آپ کے خاص کمالات کا ذکر فرمایا ہے وہاں اسی صفت عبدیت کو نمایاں کیا ہے، معراج کے ذکر میں ﴿سبحان الذى أسرىٰ بعبده﴾ اور سورۃ النجم میں ﴿فأوحىٰ إلىٰ عبده ما أوحىٰ﴾ فرمایا گیا، سب سے بڑی نعمت قرآن کی تنزیل کا ذکر کرتے ہوئے سورۂ کہف میں ﴿الحمد لله الذى أنزل علىٰ عبده الكتاب﴾ اور سورۂ فرقان میں ﴿تبارك الذى نزّل الفرقان على عبده﴾ فرمایا گیا، رسول اور نبی کے لفظ کے بجائے ان موقعوں پر "عبد" کے لفظ کا ذکر اس طرف مشیر ہے کہ سب سے بڑا کمال عبدیت کاملہ کا مقام ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۹۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے اختیاری اور آپ کی غیب دانی کی نفی

قرآن آپ کی بے اختیاری کا ذکر کرتا ہے، ﴿قل ماکنت بدعاً من الرسل وما أدری ما يفعل بي ولا بكم﴾ (الاحقاف:۹) آپ فرمادیجئے کہ میں کوئی انوکھا رسول نہیں ہوں، اور مجھے نہیں معلوم کہ کیا معاملہ میرے ساتھ پیش آئے گا اور کیا تمہارے ساتھ۔ ﴿قل لا أملك لنفسی نفعا ولا ضراً إلا ما شاء الله، ولو كنت أعلم الغيب لا ستكثرت من الخير وما مسّنی السوء، إن أنا إلا نذير وبشير لقوم يؤمنون﴾ (الاعراف:۱۸۸) آپ فرمادیجئے کہ میں اپنی ذات کے لئے کسی نفع اور نقصان کا اختیار نہیں رکھتا، اللہ ہی جو کچھ چاہتا ہے وہ ہوتا ہے، اور اگر مجھے غیب کا علم ہوتا تو میں بہت سے فائدے اپنے لئے حاصل کر لیتا، اور مجھے کبھی کوئی نقصان نہ پہنچتا، میں تو محض ایک خبردار کرنے والا اور خوشخبری سنانے والا ہوں ان لوگوں کے لئے جو میری بات مانیں، ﴿قل لا أقول لكم عندی خزائن الله ولا أعلم الغيب﴾ (الانعام:۵۰) آپ فرمادیجئے کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں، نہ میں غیب کا علم رکھتا ہوں۔ ﴿يسئلونك عن الساعة أيان مرساها فيم أنت من ذكراها، إلى ربك منتهاها، إنما أنت منذر من يخشاها﴾ (النازعات:۴۲۔۴۵) کافر آپ سے پوچھتے ہیں کہ قیامت کا وقوع کب ہوگا؟ بھلا آپ کو کیا کام کہ اس کا وقت بتائیں، اس کا علم تو اللہ پر ختم ہے، آپ صرف اس کو خبردار کرنے والے ہیں جو اس سے ڈرے۔

مذکورہ آیات سے ان حضرات کی مکمل تردید ہو جاتی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مختار کل اور عالم الغیب باور کرتے ہیں۔

(۹۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ کی نعمتیں

قرآن میں اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی متعدد نعمتوں کا ذکر فرمایا ہے،

ہم ذیل میں دس نعمتوں کا ذکر کر رہے ہیں۔

پہلی نعمت:۔ ﴿ألم يجدك يتيما فآوی﴾ (الضحیٰ:۶) کیا اس نے آپ کو یتیم نہیں پایا پھر اس نے آپ کو ٹھکانہ عطا کیا۔ والد کی وفات ولادت سے قبل ہو چکی تھی، ۶ ر برس تک والدہ نے پالا، پھر ان کی وفات کے بعد دادا نے پرورش کی، پھر چچا نے تربیت کی، پھر ہجرت کے بعد اہل مدینہ نے سر آنکھوں پر بٹھایا۔

دوسری نعمت:۔ ﴿ووجدك ضالا فهدی﴾ (الضحیٰ:۷) اس نے آپ کو ناواقف راہ پایا تو راہ دکھائی۔ نبوت سے قبل آپ شریعت الٰہیہ کے احکام وعلوم سے ناواقف تھے، اللہ نے نبوت دے کر راہ نمائی فرمائی، ﴿ما كنت تدری ما الكتاب ولا الإيمان ولكن جعلناه نورا نهدی به من نشاء من عبادنا وإنك لتهدی إلیٰ صراط مستقيم صراط الله الذی له ما فی السماوات وما فی الأرض، ألا إلیٰ الله تصير الأمور﴾ (الشوریٰ:۵۲۔۵۳) آپ کو کچھ خبر نہ تھی کہ کتاب کیا ہوتی ہے اور ایمان کیا ہوتا ہے، مگر ہم نے اس قرآن کو ایک نور بنایا جس کے ذریعہ سے ہم اپنے بندوں میں جس کو چاہتے ہیں ہدایت کرتے ہیں، اور یقیناً آپ سیدھے راستہ کی طرف رہنمائی کر رہے ہیں، اس اللہ کے راستہ کی طرف جو زمین اور آسمان کی ہر چیز کا مالک ہے، خبردار رہو، سارے معاملات اللہ ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

تیسری نعمت:۔ ﴿ووجدك عائلا فأغنیٰ﴾ (الضحیٰ:۸) اس نے آپ کو نادار پایا تو مالدار کر دیا۔

آپ کے والد نے میراث میں صرف ایک اونٹنی اور لونڈی چھوڑی تھی، اس طرح

toobaa-elibrary.blogspot.com

آپ کی زندگی کی ابتداء افلاس کے عالم میں ہوئی تھی، پھر آپ نے تجارت کی، حضرت خدیجہ سے نکاح کے بعد آپ نے پورا کاروبار سنبھالا، یہ تو ظاہری غناء تھا، اور اصل باطنی غناء تو اللہ کا عطیہ ہے جس سے آپ سے زیادہ کوئی بھی مالا مال نہ تھا، اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا فقر اختیاری تھا۔

چوتھی نعمت: ﴿ألم نشرح لك صدرك﴾ (الانشراح:۱) کیا ہم نے تمہارے لئے تمہارے سینے کو کھول نہیں دیا؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو اللہ نے وسیع علم عطا فرمایا اور مخالفین کی مزاحمتوں سے پیش آمدہ اذیتوں پر تحمل و حلم بھی عطا فرمایا، تو علم و حلم سے سینہ کھول دیا، نیز ہر نوع کا ذہنی خلجان و تردد جو نبوت سے قبل تھا نبوت ملنے کے بعد دور ہو گیا اور دل پوری طرح حقانیت اسلام پر مطمئن ہو گیا، اور ساتھ ہی نبوت کا کارِ عظیم سنبھالنے اور تن تنہا کفر کی جابر و قاہر طاقت سے ٹکرا جانے کا حوصلہ پیدا ہو گیا اور ہر مشکل مہم سرانجام دینے کی ہمت مضبوط ہو گئی، اسی کو اولوالعزمی سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔

پانچویں نعمت:- ﴿ووضعنا عنك وزرك الذى أنقض ظهرك﴾ (الانشراح:۲-۳) اور ہم نے آپ سے آپ کا وہ بوجھ اتار دیا جو آپ کی کمر توڑے دے رہا تھا۔

جائز خلاف اولیٰ امور کے صادر ہو جانے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو شدید غم ہوتا تھا اللہ نے اس غم کو ہٹا دیا اور ان امور کو ناقابل مواخذہ قرار دیا، نیز ابتداء نبوت میں وحی، اعلائے حق، اشاعت دین اور پھر اس پر استقامت آپ کو بارِ گراں معلوم ہوتا تھا جسے اللہ نے آسان کر دیا اور بار اس طرح ہٹا دیا کہ مشکلات کے بعد آسانیاں اور تنگیوں کے بعد فراخیاں اور کشاکش کے بعد کشائش آ گئی۔

چھٹی نعمت:- ﴿ورفعنا لك ذكرك﴾ (الانشراح:۴) اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کا آوازہ بلند کر دیا۔

چنانچہ تمام اسلامی شعائر میں نامِ خدا کے ساتھ آپ کا نام لیا جاتا ہے، خدا نے بندوں کو اپنی اطاعت کے ساتھ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔

ساتویں نعمت:- ﴿ولقد آتيناك سبعا من المثانى والقرآن العظيم﴾ (الحجر:۸۷) اور ہم نے آپ کو بار بار دہرائی جانے والی سات آیتیں (سورۂ فاتحہ) اور قرآن عظیم عطا کیا ہے۔ قرآن کی دولت ہر دولت سے بڑھ کر ہے۔

آٹھویں نعمت:- ﴿فبما رحمة من الله لنت لهم ولو كنت فظا غليظ القلب لانفضوا من حولك﴾ (آل عمران:۱۵۹) یہ اللہ کی بڑی رحمت ہے کہ آپ ان لوگوں کے لئے بہت نرم مزاج واقع ہوئے ہیں، ورنہ اگر کہیں آپ تندخو اور سنگدل ہوتے تو یہ سب آپ کے گرد و پیش سے چھٹ جاتے۔

نویں نعمت:- ﴿وأنزل الله عليك الكتاب والحكمة وعلّمك ما لم تكن تعلم وكان فضل الله عليك عظيما﴾ النساء:۱۱۳) اور اللہ نے آپ پر یہ کتاب اور علم کی باتیں نازل فرمائیں اور آپ کو وہ مفید باتیں بتلائی ہیں جو آپ نہ جانتے تھے، اور آپ پر اللہ کا بڑا فضل ہے۔

اللہ کی یہ نعمت ہے کہ آپ پر حکمت نازل فرمائی، حکمت سے مراد سنت رسول اور تعلیمات رسول ہے جس کے الفاظ تو رسول کی طرف سے ہوتے ہیں مگر معانی اللہ کی طرف سے۔ جو علوم عالیہ نبوت اور نزول قرآن سے قبل منکشف نہ تھے وہ اب منکشف کر دیئے گئے۔

دسویں نعمت:- ﴿إنا أعطيناك الكوثر﴾ ہم نے آپ کو کوثر عطا

toobaa-elibrary.blogspot.com

فرمائی۔ کوثر سے مراد خیر کثیر ہے اور اس میں ہر قسم کی دینی و دنیوی دولت اور حسی و معنوی نعمت داخل ہے، حوض کوثر بھی اس میں شامل ہے۔

(۹۶) دعوتِ دین کے لئے دل سوزی

قوم کی ضلالت و گمراہی، اخلاقی بگاڑ و پستی، ہٹ دھرمی اور عناد اور اصلاح کی ہر جد و جہد کے مقابلے میں مزاحمت کی بنا پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شب و روز بڑی دل گداز و جاں گسل کیفیت میں گذرا کرتے تھے، آپ کا قلب مبارک لوگوں کی بدبختی اور محرومی کے غم سے بیحد دل گیر ہو رہا تھا، قرآن میں اس صورت حال کا ذکر بارہا کیا گیا ہے ﴿فلعلك باخع نفسك على آثارهم إن لم يؤمنوا بهذا الحديث أسفا﴾ (الکہف:۶) تو شاید آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پیچھے غم کے مارے اپنی جان کھودینے والے ہیں اگر یہ اس تعلیم پر ایمان نہ لائے، ﴿لعلك باخع نفسك أن لا يكونوا مؤمنين﴾ (الشعراء:۳) شاید آپ اس غم میں جان کھودیں گے کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاتے۔

واقعہ یہ ہے کہ ''جو چیز آپ کو اندر ہی اندر کھائے جا رہی تھی وہ یہ کہ آپ اپنی قوم کو گمراہی اور اخلاقی پستی سے نکالنا چاہتے تھے اور وہ کسی طرح نکلنے پر آمادہ نہیں ہوتی تھی، آپ کو یقین تھا کہ اس گمراہی کا نتیجہ تباہی اور عذاب الٰہی ہے، آپ ان کو اس سے بچانے کے لئے اپنے دن اور راتیں ایک کئے دے رہے تھے، مگر انہیں اصرار تھا کہ وہ خدا کے عذاب میں مبتلا ہو کر ہی رہیں گے۔ اس آیت میں بظاہر تو بات اتنی ہی فرمائی گئی ہے کہ شاید تم ان کے پیچھے اپنی جان کھودو گے، مگر اسی میں ایک لطیف انداز سے آپ کو تسلی بھی دی گئی کہ ان کے ایمان نہ لانے کی ذمہ داری تم پر نہیں ہے اس لئے تم کیوں اپنے آپ کو

رنج و غم میں گھلائے دیتے ہو؟ تمہارا کام صرف بشارت و انذار ہے، لوگوں کو مؤمن بنا دینا تمہارا کام نہیں ہے، لہٰذا تم بس اپنا فریضۂ تبلیغ ادا کئے جاؤ، جو مان لے اسے بشارت دے دو، جو نہ مانے اسے برے انجام سے متنبہ کر دو''(۱)

قرآن میں جگہ جگہ یہ بتایا گیا ہے کہ اصل ذمہ داری تبلیغ ہے، مؤمن بنا دینا نہیں ہے، فرمایا گیا ﴿فإن اللّٰه يضل من يشاء ويهدى من يشاء فلا تذهب نفسك عليهم حسرات﴾ (الفاطر:۸) حقیقت یہ ہے کہ اللہ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے راہِ راست دکھا دیتا ہے، پس خواہ مخواہ آپ کی جان ان لوگوں کی خاطر غم و افسوس میں نہ گھلے، ﴿فذكر إنما أنت مذكر لست عليهم بمصيطر﴾ (الغاشیۃ:۲۱-۲۲) آپ نصیحت کیجئے، آپ بس نصیحت ہی کرنے والے ہیں، ان پر جبر کرنے والے نہیں ہیں۔ ﴿لا إكراه فى الدين قد تبين الرشد من الغيّ﴾ (البقرۃ:۲۵۶) دین کے معاملے میں کوئی زور زبردستی نہیں ہے، صحیح بات غلط خیالات سے الگ چھانٹ کر رکھ دی گئی ہے۔ ﴿وإن تولوا فإنما عليك البلاغ﴾ اگر انہوں نے منہ موڑا تو آپ پر صرف پیغام پہونچانے کی ذمہ داری تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا ابو طالب کے ایمان کے بیحد مشتاق تھے مگر وہ ایمان نہ لائے، اللہ نے قرآن میں اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے ﴿إنك لا تهدى من أحببت ولكن اللّٰه يهدى من يشاء وهو أعلم بالمهتدين﴾ (القصص:۵۶) اے نبی: جسے آپ چاہیں اسے ہدایت نہیں دے سکتے، مگر اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے، اور وہ ان لوگوں کو خوب جانتا ہے جو ہدایت قبول کرنے والے ہیں۔

۱؎ تفہیم القرآن: مولانا مودودی: ۳/۱۰

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا آزاد نے انبیاء کی دل سوزی کا تذکرہ یوں کیا ہے۔ ''انبیائے کرام ہدایت واصلاح کے صرف طالب ہی نہیں ہوتے، عاشق ہوتے ہیں، انسان کی گمراہی ان کے دلوں کا ناسور ہوتی ہے، اور انسان کی ہدایت کا جوش ان کے دل کے ایک ایک ریشے کا عشق، اس سے بڑھ کر ان کے لئے کوئی غمگینی نہیں ہوسکتی کہ ایک انسان سچائی سے منہ موڑ لے، اس سے بڑھ کر ان کے لئے کوئی شادمانی نہیں ہوسکتی کہ ایک گمراہ قدم راہِ راست پر آجائے۔ قرآن میں اس صورت حال کی جابجا شہادتیں ملتی ہیں''۔(۱)

(۹۷) صبر واستقامت کی خدائی تعلیم

کفار کی نافرمانیوں، ایذاؤں اور بدکاریوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بے حد ملول رہا کرتے تھے، ان کے طعنوں اور پھبتیوں سے آپ کو قلبی رنج ہوتا تھا، ان کے بیجا مطالبات آپ کا غم بڑھاتے تھے، وہ بار بار آپ سے کہتے کہ اگر تم سچے اور ہم جھوٹے ہیں تو عذاب لے آؤ، چنانچہ کبھی کبھی آپ کے دل میں یہ داعیہ پیدا ہوتا تھا اور کبھی آپ دعا بھی کر دیتے تھے کہ خدایا: معاملہ آر پار کر دے، یا تو ان کو ہدایت دے یا کام تمام کر دے۔

ان تمام مرحلوں پر آپ کو صبر، ثابت قدمی، تحمل، استقامت، پامردی، استقلال، جلد بازی نہ کرنے اور عزیمت کا مظاہرہ کرنے اور کافروں کا معاملہ اللہ پر چھوڑنے کا خدائی حکم ہوتا تھا جس کا ذکر قرآن میں جابجا ملتا ہے۔ ﴿فاصبر كما صبر أولو العزم من الرسل ولا تستعجل لهم﴾ (الاحقاف:۳۵) آپ اولوالعزم پیغمبروں کی طرح صبر کیجئے اور کافروں کے معاملہ میں جلدی نہ کیجئے، ایک جگہ آپ کو حضرت یونس علیہ السلام کی طرح جلد بازی کے فیصلہ سے روکا گیا ﴿فاصبر لحكم ربك ولا تكن

۱: ترجمان القرآن: ۴/ ۳۴۸

كصاحب الحوت﴾ (القلم:۴۸) آپ اپنے رب کا فیصلہ صادر ہونے تک صبر کیجئے اور مچھلی والے (حضرت یونس) کی طرح نہ ہوجایئے۔ ﴿إنهم يكيدون كيدا وأكيد كيدا فمهل الكافرين أمهلهم رؤيدا﴾ (الطارق:۱۵-۱۷) یہ کافر کچھ چالیں چل رہے ہیں اور میں بھی ایک تدبیر کر رہا ہوں، تو آپ کافروں کو کچھ دنوں یوں ہی رہنے دیجئے۔

معاندین کی شرارتوں پر آپ کو تسلی دی گئی ﴿فتولّ عنهم فما أنت بملوم﴾ (الذریات:۵۴) آپ ان سے رخ پھیر لیجئے اور آپ پر کوئی ملامت نہیں۔ ﴿واصبر لحكم ربك فانّك بأعيننا﴾ (الطور:۴۸) آپ اپنے پروردگار کی تجویز پر صبر کئے رہئے، آپ تو خاص ہماری نگہداشت میں ہیں۔

اللہ آپ کو تسلی دیتا ہے ﴿قد نعلم إنه ليحزنك الذى يقولون فإنهم لا يكذبونك ولكن الظالمين بآيات الله يجحدون﴾ (الانعام:۳۳) اے نبی: ہمیں معلوم ہے کہ جو باتیں یہ بناتے ہیں ان سے آپ کو رنج ہوتا ہے، لیکن یہ لوگ تمہیں نہیں جھٹلاتے، بلکہ یہ ظالم دراصل اللہ کی آیات کے منکر ہیں۔

ان ظالموں کے مقابلہ میں اللہ نے اپنی مدد کے کافی ہونے کا اعلان یوں کیا ہے ﴿إنا كفيناك المستهزئين الذين يجعلون مع الله إلها آخر فسوف يعلمون﴾ (الحجر:۹۵-۹۶) تمہاری طرف سے ہم ان مذاق اڑانے والوں کے لئے کافی ہیں جو اللہ کے ساتھ کسی اور کو بھی خدا ٹھہراتے ہیں، عنقریب انہیں معلوم ہوجائے گا۔

﴿فإن آمنوا بمثل ما آمنتم به فقد اهتدوا وإن تولوا فإنما هم في شقاق فسيكفيكهم الله وهو السميع العليم﴾ (البقرۃ:۱۳۷) پھر اگر یہ یہود و نصاریٰ اسی

toobaa-elibrary.blogspot.com

طرح ایمان لے آئیں جس طرح تم ایمان لائے ہو تو یہ راہ یاب ہیں، اور اگر اس سے منہ پھیر لیں تو کھلی بات ہے کہ وہ ہٹ دھرمی میں پڑ گئے ہیں، لہٰذا اطمینان رکھو کہ ان کے مقابلے میں اللہ تمہاری حمایت کے لئے کافی ہے، وہ سب کچھ سنتا ہے اور جانتا ہے۔

دشمنوں کی باتوں سے دل گرفتہ، ملول ورنجور نہ ہوئیے بلکہ اس کا علاج قرآن بتاتا ہے ﴿ولقد نعلم أنك يضيق صدرك بما يقولون فسبح بحمد ربك وكن من الساجدين واعبد ربك حتى يأتيك اليقين﴾ (الحجر:۹۷-۹۹) ہمیں معلوم ہے کہ جو باتیں یہ لوگ آپ پر بناتے ہیں ان سے آپ کے دل کو سخت کوفت ہوتی ہے، (اس کا علاج یہ ہے کہ) اپنے رب کی تسبیح وتحمید کیجئے، اس کی جناب میں سجدہ بجالایئے اور موت کے آنے تک اپنے رب کی بندگی کرتے رہئے۔

امام رازی کے بقول ''ان مشاغل ذکر وعبادت میں لگ جانے سے عالمِ قدس کے انوار کا فیضان شروع ہو جاتا ہے، اور اس سے دنیا بالکل حقیر وہیچ نظر آنے لگتی ہے، اور اس لئے غم والم کی طرف سے بھی طبیعت ہلکی وبے فکر ہو جاتی ہے''۔(۱)

(۹۸) خاتم الانبیاء

آپ آخری نبی تھے، آپ پر نبوت کا سلسلہ تمام ہو چکا، قرآن نے اس کا ذکر کیا ہے ﴿ما كان محمد أبا أحد من رجالكم ولكن رسول الله وخاتم النبيين، وكان الله بكل شيئ عليما﴾ (الاحزاب:۴۰) محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں (۲) مگر وہ اللہ کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں، اور اللہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔

۱؎ تفسیر ماجدی دوم. ص/۶۱، ۶۲، ۶۳ (۲) اس سے یہ اشارہ کر دیا گیا کہ حضرت زید بن حارثہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ بولے بیٹے ہیں نہ کہ حقیقی، اس لئے ان کی مطلقہ سے نکاح بالکل درست ہے۔

(۹۹) رحمتِ عالم

آپ کی نبوت اپنے زمانی رقبہ کے لحاظ سے قیامت تک کے لئے ہے اور مکانی رقبہ کے لحاظ سے ہر علاقہ وخطہ کے لئے ہے، قرآن کریم میں قرآن اور حاملِ قرآن دونوں کی آفاقیت اور عالمیت کا ذکر جگہ جگہ آیا ہے ﴿تبارك الذى نزل الفرقان على عبده ليكون للعالمين نذيرا﴾ (الفرقان:۱) بڑی عالیشان ہے وہ ذات جس نے یہ قرآن اپنے بندہ پر نازل کیا تا کہ وہ سارے جہان والوں کے لئے خبردار کر دینے والا ہو۔ ﴿قل يا أيها الناس إنى رسول الله إليكم جميعا﴾ (الاعراف:۱۵۸) آپ فرما دیجئے اے انسانو! میں تم سب کی طرف خدا کا پیغمبر ہوں۔ ﴿وما أرسلناك إلا كافة للناس بشيرا ونذيرا ولكن أكثر الناس لا يعلمون﴾ (سبا:۲۸) ہم نے آپ کو تمام ہی انسانوں کے لئے بشیر ونذیر بنا کر بھیجا ہے مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔ ﴿إن هو إلا ذكرى للعالمين﴾ (الانعام:۹۰) یہ قرآن تو ایک عام نصیحت ہے تمام دنیا والوں کے لئے۔

﴿وما أرسلناك إلا رحمة للعالمين﴾ (الانبیاء:۱۰۷) ہم نے آپ کو تمام جہان والوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ حتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات اور قتال بھی دنیا کے حق میں سرتاسر رحمت ثابت ہوئے، بہ قول اقبال ؎

لطف وقہر او سراپا رحمتے
آں بہ یاراں ایں بہ اعدا رحمتے

ختم نبوت کا اصل راز یہی ہے کہ نبوت محمدی پورے عالم کے لئے تا قیامت ہے، اور انس وجن سب کے لئے ہے، کسی اور نبی کی ضرورت ہی نہیں ہے، یہ آپ صلی اللہ علیہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

وسلم کی رحمت عامہ ہی کا مظہر ہے کہ آپ نے دنیا میں عقیدۂ توحید خالص، وحدت انسانی کا تصور، احترام انسانیت کا جذبہ، ناامیدی اور قنوطیت کے بجائے رجائیت اور عالی حوصلگی، دین و دنیا کی وحدت کا تصور اور اصلی مقصود و مطلوب کی طرف کامل التفات کا جذبہ بیدار کردیا، یہ انقلاب آپ کا عظیم معجزہ اور آپ کی ''رحمۃ للعالمینی'' کا کرشمہ ہے۔

(١٠٠) بعثتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مقاصد وفرائض

قرآن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقاصد وفرائض کا بارہا تذکرہ آیا ہے، جن میں

- جن میں لوگوں کو قرآن کے الفاظ وکلمات کی تعلیم۔
- معانی ومفاہیم قرآن کی تعلیم، تکمیل دین۔
- تزکیہ، اصلاح اخلاق وتمدن، قیام تہذیب صالح۔
- حکمت (سنتِ رسول) کی تعلیم۔
- صالحین کو اچھے بدلے کی خوشخبری (تبشیر)۔
- نافرمانوں کو برے بدلے سے ڈرانا دھمکانا (انذار)۔
- امر بالمعروف (بھلائی کا حکم)۔
- نہی عن المنکر (بدی سے روکنا)۔
- حرام وحلال کی حدود قائم کرنا، دعوت الی اللہ، اللہ کے دین کی اشاعت، عدل کو عام کرنا، دین حق کی ہر شعبۂ زندگی میں تنفیذ، مادی وروحانی ہر گندگی اور تمام غلط جاہلی رسم ورواج کے بندھن توڑنا اور ختم کرنا اور اللہ کے پیغام کی تبلیغ وغیرہ سرفہرست ہیں۔(١)

---

١ آیات طوالت سے بچتے ہوئے مذکور نہیں ہیں، ملاحظہ سورۂ آل عمران آیت/١٦٤، سورۂ بقرہ آیت/١٢٩، ١٥١، سورۃ الجمعہ آیت/٢، سورۃ الاعراف آیت/١٥٧، سورۃ المائدۃ آیت/٦٧، سورۃ الاحزاب آیت/٤٥، ٤٦، سورۂ سبا آیت/٢٨، سورۂ فرقان آیت/١، سورۂ یونس آیت ٢، سورۂ بنی اسرائیل آیت/١٠٥، سورۂ فاطر آیت/٢٤، سورۃ الفتح آیت/٢٩ وغیرہ۔

(١٠١) اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

قرآن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سراج منیر (روشن چراغ) نور (روشنی) شاہد (قیامت کے روز امت کے لئے شہادت دینے والا) قرار دیا گیا ہے اور جگہ جگہ آپ کی اطاعت وپیروی کا اللہ کی اطاعت کے ساتھ ذکر آیا ہے، ایک جگہ فرمایا گیا ہے کہ ﴿النبی أولی بالمؤمنین من أنفسهم﴾ (الاحزاب:٦) بلاشبہ نبی اہل ایمان کے لئے ان کی ذات پر مقدم ہیں، سورۂ توبہ میں واضح فرمایا گیا ہے کہ اگر والدین واولاد، بھائی بہن، اہل وعیال، اعزہ واقارب، تجارت وکاروبار اور مال ودولت، اللہ ورسول اور جہاد سے زیادہ محبوب ہیں تو عذاب کا انتظار کیا جائے۔ (ملاحظہ ہو آیت/٢٤)

سورۃ الحشر میں فرمایا گیا ﴿وما آتاکم الرسول فخذوه وما نهاکم عنه فانتهوا﴾ (الحشر:٧) رسول تم کو جو دیں وہ لے لو اور جس سے روک دیں اسے رک جاؤ، ﴿من یطع الرسول فقد أطاع الله﴾ (النساء:٨٠) جس نے رسول کی اطاعت کی، اس نے دراصل خدا کی اطاعت کی۔

﴿قل إن کنتم تحبون الله فاتبعونی یحببکم الله ویغفر لکم والله غفور رحیم قل أطیعوا الله والرسول فإن تولوا فإن الله لا یحب الکافرین﴾ (آل عمران:٣١-٣٢)

آپ فرما دیجئے کہ اگر تم حقیقت میں اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی اختیار کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہاری خطاؤں سے درگذر فرمائے گا وہ بڑا معاف کرنے والا اور رحیم ہے، ان سے کہو کہ اللہ اور رسول کی اطاعت قبول کرو، پھر اگر وہ تمہاری دعوت قبول نہ کریں تو یقیناً یہ ممکن نہیں کہ اللہ ایسے لوگوں سے محبت کرے جو اس کی

toobaa-elibrary.blogspot.com

اوراس کے رسول کی اطاعت سے منکر ہوں۔

اطاعت ومعصیت کے تعلق سے قرآن کی بہت ساری آیات ہیں جن کی تفصیل ہماری موضوع سے خارج ہے۔

(۱۰۲) اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

قرآن کریم اہل ایمان کومخاطب کر کے فرماتا ہے ﴿لقد كان لكم فى رسول الله أسوة حسنة لمن كان يرجو الله واليوم الآخر وذكر الله كثيرا﴾ (الاحزاب:۲۱) درحقیقت تم لوگوں کے لئے اللہ کے رسول میں ایک بہترین نمونہ ہے، ہر اس شخص کے لئے جو اللہ اور یوم آخر کا امیدوار ہو اور کثرت سے اللہ کو یاد کرے۔

عقائد، عبادات، معاملات، اخلاق اور معاشرت تمام شعبوں میں سیرت رسول اسوۂ حسنہ ہے، اس موضوع کی وضاحت کا حق علامہ سید سلیمان ندویؒ کے الفاظ سے بڑھ کر کسی اور طرح ادا نہیں کیا جاسکتا، لکھتے ہیں:

''ایک ایسی شخصی زندگی جو ہر طائفۂ انسانی اور ہر حالتِ انسانی کے مختلف مظاہر اور ہر قسم کے صحیح جذبات اور کامل اخلاق کا مجموعہ ہو، صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہے، اگر تم دولت مند ہو تو مکہ کے تاجر اور بحرین کے خزینہ دار کی تقلید کرو، اگر تم غریب ہو تو شعب ابی طالب کے قیدی اور مدینہ کے مہمان کی کیفیت سنو، اگر تم بادشاہ ہو تو سلطانِ عرب کا حال پڑھو، اگر تم رعایا ہو تو قریش کے محکوم کو ایک نظر دیکھو، اگر تم فاتح ہو تو بدر وحنین کے سپہ سالار پر نگاہ دوڑاؤ، اگر تم نے شکست کھائی ہے تو معرکۂ احد سے عبرت حاصل کرو، اگر تم استاد اور معلم ہو تو صفہ کی درسگاہ کے معلم قدس کو دیکھو، اگر شاگرد ہو تو روح الامین کے سامنے بیٹھنے والے پر نظر جماؤ، اگر تم واعظ وناصح ہو تو مسجد مدینہ کے

منبر پر کھڑے ہونے والے کی باتیں سنو، اگر تنہائی اور بے کسی کے عالم میں حق کے منادی کا فرض انجام دینا چاہتے ہو تو مکہ کے بے یار ومددگار نبی کا اسوۂ حسنہ تمہارے سامنے ہے، اگر تم حق کی نصرت کے بعد اپنے دشمنوں کو زیر اور اپنے مخالفوں کو کمزور بنا چکے ہو تو فاتح مکہ کا نظارہ دیکھو، اگر تم اپنے کاروبار اور دنیاوی جدوجہد کا نظم ونسق درست کرنا چاہتے ہو تو بنی نضیر، خیبر اور فدک کی زمینوں کے مالک کے کاروبار اور نظم ونسق کو دیکھو، اگر یتیم ہو تو عبداللہ اور آمنہ کے جگر گوشہ کو نہ بھولو، اگر بچہ ہو تو حلیمہ سعدیہ کے لاڈلے کو دیکھو، اگر تم جوان ہو تو مکہ کے ایک چرواہے کی سیرت پڑھو، اگر تم سفری کاروبار میں ہو تو بصریٰ کے کاروان سالار کی مثالیں ڈھونڈو، اگر تم عدالت کے قاضی ہو اور پنچایتوں کے ثالث ہو تو کعبہ میں نور آفتاب سے پہلے داخل ہونے والے ثالث کو دیکھو جو حجر اسود کو کعبہ کے ایک گوشہ میں کھڑا کر رہا ہے، مدینہ کی کچی مسجد کے صحن میں بیٹھنے والے منصف کو دیکھو جس کی نظر انصاف میں شاہ وگدا اور امیر وغریب سب برابر تھے، اگر تم بیویوں کے شوہر ہو تو خدیجہ اور عائشہ کے مقدس شوہر کی حیاتِ پاک کا مطالعہ کرو، اگر تم اولاد والے ہو تو فاطمہؓ کے باپ اور حسنؓ حسینؓ کے نانا کا حال پوچھو، غرض تم جو کچھ بھی ہو اور کسی حال میں بھی ہو تمہاری زندگی کے لئے نمونہ اور تمہاری سیرت کی درستگی واصلاح کے لئے سامان، تمہارے ظلمت خانے کے لئے ہدایت کا چراغ اور رہنمائی کا نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جامعیت کبریٰ کے خزانے میں ہر وقت اور ہمہ دم مل سکتا ہے، اس لئے طبقۂ انسانی کے ہر طالب علم اور نور ایمانی کے ہر متلاشی کے لئے صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہدایت کا نمونہ اور نجات کا ذریعہ ہے، جس کی نگاہ کے سامنے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہے، اس کے سامنے نوح وابراہیم، ایوب، ویونس، موسیٰ، اور عیسیٰ علیہم السلام سب کی سیرتیں موجود ہیں گویا تمام دوسرے انبیاء کرام کی سیرتیں، ایک ہی جنس کی

toobaa-elibrary.blogspot.com

اشیاء کی دوکانیں ہیں، اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت، اخلاق واعمال کی دنیا کا سب سے بڑا بازار ہے، جہاں ہر جنس کے خریدار اور ہر شئ کے طلب گار کے لئے بہترین سامان موجود ہے''۔(۱)

در فیضِ محمد وا ہے آئے جس کا جی چاہے
نہ مانے آتش دوزخ میں جائے جس کا جی چاہے

❁❁❁

۱: خطبات مدراس ص/۹۷-۹۸

مراجع ومصادر

قرآنیات:

۱	تفسیر بیان القرآن	حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ
۲	معارف القرآن	حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ
۳	تدبر قرآن	مولانا امین احسن اصلاحیؒ
۴	تفہیم القرآن	مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ
۵	ترجمان القرآن	مولانا ابوالکلام آزاد
۶	تفسیر عثمانی	علامہ شبیر احمد عثمانیؒ
۷	تفسیر ماجدی	مولانا عبدالماجد دریابادیؒ
۸	تفسیر جامع البیان	امام ابن جریر طبریؒ
۹	الجامع لأحکام القرآن	ابوعبداللہ محمد بن احمد الأنصاری القرطبیؒ
۱۰	أحکام القرآن	ابن العربی
۱۱	فی ظلال القرآن	سید قطب شہیدؒ
۱۲	الدر المنثور	جلال الدین سیوطیؒ
۱۳	روح المعانی	علامہ آلوسیؒ
۱۴	تفسیر ابن کثیر	امام ابن کثیرؒ
۱۵	تفسیر مظہری	قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ
۱۶	تفسیر حقانی	مولانا عبدالحق حقانیؒ

toobaa-elibrary.blogspot.com

کتب احادیث:

۱۷	صحیح البخاری	امام بخاریؒ
۱۸	صحیح الامام مسلم	امام مسلمؒ
۱۹	جامع ترمذی	امام ترمذیؒ
۲۰	سنن ابی داؤد	امام ابوداؤدؒ
۲۱	سنن ابن ماجہ	امام ابن ماجہؒ
۲۲	سنن نسائی	امام نسائیؒ
۲۳	المستدرک	ابوعبداللہ محمد الحاکم النیشاپوری
۲۴	مسند الامام احمد	امام احمد بن حنبلؒ
۲۵	معارف الحدیث	مولانا محمد منظور نعمانیؒ

کتب سیرت:

۲۶	سیرت ابن ہشام	ابن ہشامؒ
۲۷	زاد المعاد	حافظ ابن القیمؒ
۲۸	مختصر السیرۃ	شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی
۲۹	السیرۃ النبویۃ	امام ابن کثیرؒ
۳۰	السیرۃ النبویۃ فی ضوء القرآن والسنۃ	ڈاکٹر محمد بن محمد ابوشہبہ
۳۱	سیرۃ النبی	علامہ شبلی نعمانیؒ وعلامہ سید سلیمان ندویؒ
۳۲	خطبات مدراس	علامہ سید سلیمان ندوی
۳۳	دراسۃ فی السیرۃ	عماد الدین خلیل

۳۴	نبی رحمت	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ
۳۵	رحمۃ للعالمین	قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ
۳۶	رسول رحمت	مولانا ابوالکلام آزادؒ
۳۷	سیرت سرور عالم	مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ
۳۸	اصح السیر	مولانا عبدالرؤف داناپوری
۳۹	سیرت المصطفیٰ	مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ
۴۰	اسوۂ حسنہ	محمد شریف قاضی
۴۱	الرحیق المختوم	مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری
۴۲	سیرت خاتم الانبیاء	حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ
۴۳	حیات محمدؐ	محمد حسین ہیکل
۴۴	الشفا	قاضی عیاض
۴۵	حدائق الانوار ومطالع الاسرار فی سیرۃ النبی المختار	ابن الدیبع الشیبانی الشافعی
۴۶	سیرت رسول کریمؐ	مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ

☆☆☆

toobaa-elibrary.blogspot.com

طوبیٰ ریسرچ لائبریری

اسلامی اردو، انگلش کتب،

تاریخی، سفرنامے، لغات،

اردوادب، آپ بیتی، نقدوتجزیہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

toobaa-elibrary.blogspot.com